قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

# الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 13/ اکتوبر 2022ء | 16/ ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 13/ اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 221

## ارشادِ باری تعالیٰ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۙ﴿۲﴾ وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ۙ﴿۳﴾ وَشَاہِدٍ وَّمَشۡہُوۡدٍ ﴿۴﴾

(البروج: 2-4)

ترجمہ: قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی اور موعود دن کی اور ایک گواہی دینے والے کی اور اس کی جس کی گواہی دی جائے گی۔

## فرمانِ رسولؐ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْرِكَنَّ الْمَسِيحُ أَقْوَامًا إِنَّهُمْ لَمِثْلُكُمْ أَوْ خَيْرٌ ثَلَاثًا وَلَنْ يُخْزِيَ اللّٰہُ أُمَّةً أَنَا أَوَّلُهَا وَالْمَسِيحُ آخِرُهَا

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،کتاب فضائل الصحابة،باب فضائل أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیحؑ ایسی اقوام پائیں گے جو آپ لوگوں سے یا اس سے بھی بڑھ کر ہوں گی، (یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) 3 مرتبہ (بیان فرمائی) اللہ تعالیٰ اس امت کو ہر گز رسوا نہیں فرمائے گا جس کے اوائل میں مَیں ہوں اور مسیح موعود اس کے آخر پر۔

## فرمان خلیفہ وقت

آج کل کے جماعت کے حالات پر بھی غور کریں تو جہاں قرآنِ کریم کی صداقت پر یقین بڑھتا ہے وہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے کہ کس طرح پیشگوئی کے طور پر پندرہ سو سال پہلے ایک بات بیان فرماتا ہے، ایک نقشہ کھنچتا ہے اور اسی طرح وہ پورا ہو بھی رہا ہے۔ اسلام کے ہر زمانے میں ہرا بھرا رہنے، چاہے وہ مخصوص اور محدود علاقوں اور لوگوں میں ہی رہا، اس کی یہ تسلی دلاتا ہے اور پھر اسی طرح ہوتا بھی چلا جاتا ہے کہ اسلام قائم ہے اور پھر ایک ایسے موعود کے آنے کی خوشخبری بھی دیتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد اور پیغام کو محدود جگہوں پر اور محدود لوگوں میں نہیں جیسا کہ پہلے مجددین کے زمانے میں ہوتا رہا ہے بلکہ تمام دنیا اور تمام قوموں میں پھیلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی چمک دنیا کو دکھائے گا۔ یہ پیشگوئی بھی ہمیں اس میں نظر آتی ہے اور اس پیغام کو پھیلانے کے لئے دنیا کے ہر ملک میں ایک جماعت قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عرفان بھی اس شاہد مسیح موعود نے جماعت کو دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (الاعراف: 159)۔ پس یہ سب کچھ مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کی صداقت کو بھی روز روشن کی طرح واضح کر رہا ہے، دکھا رہا ہے۔خوش قسمت ہیں ہم جو مسیح موعود کی جماعت کا حصہ بن کر اُس شاہد سے منسلک ہیں جو اُس عظیم مشہود کی سچائی کی گواہی دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد اور مشن کو آگے بڑھانے کے لئے آیا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دنیا پر روشن کرنے کے لئے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُسے بھیجا اور اپنے وعدہ کے مطابق بھیجا۔

(خطبہ جمعہ 26 اکتوبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

## حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

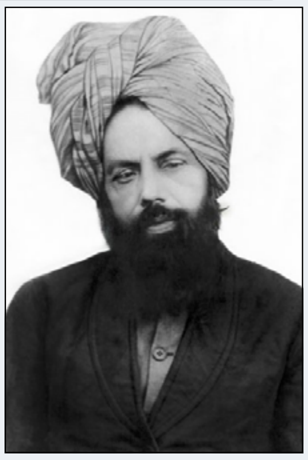

- وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجے سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

- سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کیلئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لیے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10-11)

- صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے پر غور کرو۔ انہوں نے دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اُٹھائے اور کن کن دکھوں میں مبتلا ہوئے، نہ دن کو آرام کیا نہ رات کو۔ خدا کی راہ میں ہر ایک مصیبت کو قبول کیا اور جان تک قربان کر دی۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 330)

## اس شمارہ میں

- محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ (منظوم)
- شخص نہیں، شخصیت بننے کی کوشش کرو کیونکہ یہ زندہ رہتی ہے
- لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے حضور انور کا خطاب
- حضرت سید ولایت شاہؓ۔ کوٹلی ننگل متصل گورداسپور
- حکومتِ برطانیہ کا تازہ انقلاب اور الفضل
- 23 مارچ 1989ء کے تاریخی دن کی مصروفیات کی ایمان افروز یادیں
- آؤ! اُردو سیکھیں
- استغفار اور گناہوں سے راہِ فرار

# محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(کلام حضرت مسیح موعودؑ مع منظوم اردو ترجمہ از م م محمود)

| منظوم کلام | منظوم ترجمہ |
| --- | --- |
| عجب نوریست در جانِ محمدؐ<br>عجب لعلیست در کانِ محمدؐ | عجب اک نور ہے جانِ محمدؐ میں<br>عجب اک لعل ہے کانِ محمدؐ میں |
| زِ ظلمتہا دلے آنگہ شوَد صاف<br>کہ گردد از محبّانِ محمدؐ | منزّہ دل تبھی ہر سقم ہووے<br>ہو جب شامل محبّانِ محمدؐ میں |
| ندانم ہیچ نفسے در دو عالم<br>کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ | نہیں ہر دو جہاں میں کوئی بھی ایسا<br>ہو ہمسر شوکت و شانِ محمدؐ میں |
| خدا زاں سینہ بیزارست صد بار<br>کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ | بہت بیزار ہے اللہ اُس سے جو<br>ہے داخل کینہ دارانِ محمدؐ میں |
| خدا خود سوزد آں کِرمِ دنی را<br>کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ | خدا کرتا ہے خاکستر وہ کیڑا ہیچ<br>جو شامل ہو عدوّانِ محمدؐ میں |
| اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس<br>بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ | تُو گر چاہے نجات از جوشِ نفسانی<br>تو پھر آ حزبِ مستانِ محمدؐ میں |
| اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت<br>بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ | ہے خواہش گر خدا ہو مدح خواں تیرا<br>تو ہو دل سے ثنا خوانِ محمدؐ میں |
| اگر خواہی دلیلے عاشقش باش<br>محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ | دلیلِ صدق چاہے گر تو عاشق بن<br>محمدؐ خود ہے برہانِ محمدؐ میں |
| سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ<br>دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ | مرا سر خاکِ احمدؐ پر فدا ہر دم<br>ہے دل شامل فدایانِ محمدؐ میں |
| بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم<br>نثار روئے تابانِ محمدؐ | قسم مجھ کو رسولِ حق کے گیسو کی<br>ہوں بے خود روئے تابانِ محمدؐ میں |
| بکارِ دیں نترسم از جہانے<br>کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ | نہیں ڈرتا میں کارِ دیں میں دنیا سے<br>کہ رنگیں ہوں میں ایمانِ محمدؐ میں |
| بسے سہل ست از دنیا بریدن<br>بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ | ہے رُوگردانی دنیا سے بہت آساں<br>خیالِ حُسن و احسانِ محمدؐ میں |
| فدا شُد در رہش ہر ذرۂ من<br>کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ | ہوا اُس پر مرا ہر ذرّہ قرباں، جب<br>نظر کی جب حسنِ پنہانِ محمدؐ میں |
| دگر اُستاد را نامے ندانم<br>کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ | نہیں جانوں کسی دوجے معلّم کو<br>پڑھا ہوں میں دبستانِ محمدؐ میں |
| بدیگر دلبرے کارے ندارم<br>کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ | نہ حاجت ہے کسی دلبر کی مجھ کو اب<br>فنا میں ہو چکا آنِ محمدؐ میں |
| مرا آں گوشۂ چشمے بباید<br>نخواہم جز گلستانِ محمدؐ | میں پاجاؤں بس اس کی آنکھ کا گوشہ<br>رہوں میں بس گلستانِ محمدؐ میں |
| دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید<br>کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ | نہ ڈھونڈو میرا بےکل دل مرے تن میں<br>اسے پاؤ گے دامانِ محمدؐ میں |
| من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم<br>کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ | میں وہ طیرِ سعید از طائرانِ قدس<br>بسیرا جس کا بستانِ محمدؐ میں |
| چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را<br>کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ | ہے رکھتا رعب یہ مردِ قوی ایسا<br>کوئی آیا نہ میدانِ محمدؐ میں |
| رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم<br>بجو در آل و اعوانِ محمدؐ | بشر جس راہِ مولیٰ کو گنوا بیٹھے<br>اُسے ڈھونڈ آل و یارانِ محمدؐ میں |
| الا اے منکر از شانِ محمدؐ<br>ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ | خبردار اے کہ جو شک و شبہ کرتا<br>نمایاں نور اور شانِ محمدؐ میں |
| کرامت گرچہ بے نام و نشاں است<br>بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ | ہے بے نام و نشاں گرچہ کرامت پر<br>تُو دیکھ آ کر غلامانِ محمدؐ میں |

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649)

اداریہ

# شخص نہیں، شخصیت بننے کی کوشش کرو کیونکہ یہ زندہ رہتی ہے

## شخصیت اُجاگر کرنے والی خصوصیات کو اپنانے کی ضرورت

ہمارے ایک مستقل قاری کاشف احمد صاحب جو اپنی مختصر تحریروں اور نگارشات سے روزنامہ الفضل کے قارئین کو محظوظ کرتے رہتے ہیں انہوں نے ایک سبق آموز بات کے تحت قائداعظم رحمہ اللہ کی طرف منسوب درج ذیل کسی قدر غیر معروف مگر شاندار اور سبق آموز قول بھجوایا ہے۔

**’’شخص نہیں، شخصیت بننے کی کوشش کرو کیونکہ ایک شخص تو مر جاتا ہے مگر شخصیت زندہ رہتی ہے‘‘**

گو اس قسم کے موضوعات پر خاکسار اکثر صفحہ قرطاس پر قلم آزمائی کرتا رہا ہے کہ انسان تو فانی ہے جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے دی گئی طبعی عمر پا کر اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے، مگر اس کا کردار، اس کی شخصیت اور اس کے اعمال، اس کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری رہتے ہیں اور اس کا اجر اسے ملتا رہتا ہے۔ یہی وہ شخصیت اور کردار ہوتا ہے جو زندہ رہتا ہے اور اسی سے انسان (شخص) پہچانا جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا مرنے کے بعد کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ جواب ملا کہ ایک شخص نے اپنی زندگی میں جو اچھے کام کئے ہوں اور مرنے کے بعد لوگ ان کو یاد کریں تو یہ ہی مرنے کے بعد زندگی کہلاتی ہے۔

اس موضوع کی تفصیلات میں جانے سے قبل ہمیں شخص اور شخصیت کی تعریف اور لغوی معانی کو جاننا ضروری ہے۔ شخص سے مراد آدمی، انسان اور بشر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اشخاص ہے۔ جبکہ شخصیت ان انسان کی جسمانی، شخصی، برتاؤ، رویوں، اوصاف، خوبیوں اور کردار کے مجموعہ کا نام ہے۔ اگر آسان زبان میں شخصیت کی تعریف کی جائے تو یہ انسان کے ظاہری و باطنی صفات، نظریات اور اخلاقی اقدار، افعال احساسات اور جذبات سے منسوب ہے۔ جس سے ایک شخص جانا اور پہچانا جاتا ہے اور اس کا وجود ایک تشخص بن کر ابھرتا ہے یا انہی خصوصیات کو اس شخص کی عادات، صفات اور کردار کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ آج دو بڑی شخصیات نے ملاقات کی۔ شعراء نے انسان کی شخصیت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

شخصیت ایسی کس کی تھی ختم رسل کے بعد

* جناب فضا ابن فیض نے لکھا ہے۔

شخصیت کا یہ توازن تیرا حصہ ہے فضا
جتنی سادہ ہے طبیعت اتنا ہی تیکھا ہنر

* پھر جناب بشیر بدر نے کہا۔

مخالفت سے مری شخصیت سنورتی ہے
میں دشمنوں کا بڑا احترام کرتا ہوں

* پھر جناب تبسم اعظمی کا یہ شعر جو میرے اس مضمون کی عکاسی کرے گا ملاحظہ فرمائیں۔

زمیں بلندی کی ہوتی نہیں ہموار کبھی
یہاں یہ شخص نہیں شخصیت ٹھہرتی ہے

گویا شخصیت، انسان کے ٹیلہ کی طرح وہ بلند مقام ہے جو کبھی ہموار نہیں ہوتا لیکن ترقی پذیر رہتا ہے۔ انسان کے اندر انتظام و انصرام کی وہ تمام صلاحیتیں اجاگر ہو کر انسان کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں جو اس کی پہچان بن جاتی ہیں۔ انسان کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز، بات کرنے کا طریق، لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا منفرد مگر پائیدار و منظم روّیہ اور اس کے پیچھے انسان کے دماغ میں کام کرنے والے خیالات، احساسات اور جذبات ہیں جو کبھی نہیں مرتے بلکہ زندہ اور زندہ تر رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب بھی کسی مرحوم کا ذکر خیر اپنے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں تو آخر میں یہ دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم/مرحومہ کی خوبیوں کو ان کی اولاد میں جاری رکھے۔ اولاد کو اپنے مرحوم والدین کی سیرت اور خوبیوں پر عمل کرنے والا بنائے یا اولاد کو اپنے اندر اپنے والدین کی خصوصیات کو اجاگر کرنے کی توفیق دے۔ انسان تو مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا جسم حتّٰی کہ ہڈیاں بھی گل سڑ جاتی ہیں بلکہ یورپ اور مغربی ممالک میں چند برسوں کے بعد قبر کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ بعض مذاہب میں تو نعش کو جلا دیتے ہیں۔ اب تو اس کا جدید طریق آ گیا ہے۔ جسے Electric Cremation یا Electric incineration کہتے ہیں۔ اس سسٹم کے بعد بعض مذاہب میں راکھ کو اپنے پاس یا کسی مخصوص جگہوں پر محفوظ کر لیا جاتا ہے اور ہندوؤں میں تو دریا (گنگا) میں بہا دینے کا رواج پایا جاتا ہے۔ ہمارے ایک بہت قریبی دوست برطانیہ میں ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو وصیت کر رکھی ہے کہ میرے مرنے پر میری نعش کو پاکستان لے جایا جائے کیونکہ یہاں تو چند سالوں کے بعد Dead Body اور قبر کے نشان کو مٹا دیا جاتا ہے۔ جس سے انسان کی قبر کا تشخص مٹ جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ایک دوست نے کچھ عرصہ قبل مجھ سے ایک ملاقات کے دوران خاکسار کی کتب کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب تک جماعت کا وجود ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ تاقیامت یہ جماعت قائم و دائم ہے تب تک یہ کتب جماعتی لٹریچر کے طور پر احمدی گھرانوں اور لائبریریوں میں موجود رہیں گی اور آنے والی نسلیں اسے پڑھ کر مستفید ہوتی رہیں گی۔ جس سے شخصیت زندہ رہے گی۔

ہم اپنی زبان میں بالعموم یہ کہتے ہیں شخص کی اہمیت نہیں بلکہ تشخص قائم رہنا چاہیے۔ اس سے بظاہر شخصیت ہی مراد ہوتی ہے۔ جیسے ایک شخص قرآن حفظ کر لیتا ہے تو یہ اس کا تشخص ہے۔ جماعت احمدیہ میں حافظ محمد رمضان صاحب ہوا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر آپ ہمیشہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقاریر و خطابات کے وقت ساتھ ہوتے تھے تا قرآنی آیت کا حوالہ بتایا جا سکے۔ کچھ اشخاص احادیث کے یا فقہ کے یا کسی اور علم و فن پر مہارت حاصل کر لیتے ہیں جو ان کی پہچان بن جاتی ہے وہ ان علوم کے ماسٹر کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اسی کو ان کا تشخص کہا جائے گا۔ کسی زمانہ میں مسجد مبارک ربوہ میں ماہ رمضان المبارک کے دوران مکرم حافظ شفیق احمد کی قرأت کی دھوم ہوتی تھی۔ احباب دور دور سے ان کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے آیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد مکرم قاری محمد عاشق صاحب کی قرات مشہور ہو گئی۔ جامعہ احمدیہ میں بعض ذہین اور قابل طلبہ کو بعض علوم و فنون پر تخصّص (specialization) کروایا جاتا ہے۔ جس میں وہ مہارت حاصل کر کے ڈگری لیتے ہیں۔ PhD یا ایم فل بھی ایک قسم کے تشخص کا ہی نام ہے۔ میں اپنے اساتذہ جامعہ احمدیہ کے بیشتر نام لے سکتا ہوں جو آج بھی مختلف علوم کے لحاظ سے اپنا منفرد تشخص رکھتے ہیں۔ جیسے محترم سید میر داؤد احمد صاحب جو انتظامی امور پر عبور رکھنے کے علاوہ حدیث کے ماسٹر کے طور پر اپنی مثال آپ تھے۔ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب فقہی امور پر دسترس رکھنے کی وجہ سے اپنا ایک الگ تشخص رکھتے تھے۔ مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب اس تحقیق سے پہچانے جاتے ہیں کہ ایک ایٹم کو پھاڑنے کا سبق قرآن کریم سے حاصل کیا۔ اور وہ کائنات کی بنیادی طاقتوں کو یکجا کر کے ایک قوت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ جس سے آخر کار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل نکھر کر سامنے آ جاتی۔ یہی آپ کی انتھک محنت اور تحقیقات کا تشخص چلا آ رہا ہے۔ کائنات کی بنیادی چار قوتوں کو تین ثابت کرنے پر آپ کو نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ آپ کی آئندہ آنے والی تحقیقات میں تین قوتوں کو دو اور پھر ایک ثابت کرنا شامل تھا۔ آپ کی توحید کو ثابت کرنے کی یہ سائنسی تحقیق کو مستقبل میں آنے والے احمدی سائنسدان ثابت کر دیں گے اور اس طرح سائنس کی رو سے بھی توحید ثابت ہو جائے گی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

جس طرح مادی دنیا میں بعض اہم عہدے ایک انسان کی شخصیت بتا دیتے ہیں، جیسے ممالک کے صدور یا وزرائے اعظم۔ اسی طرح روحانی دنیا میں ولی، قطب و ابدال کا بھی تشخص یہی روحانی عہدے بن جاتے ہیں۔ ہماری جماعت میں خلفاء کا اسٹیٹس ان کی پہچان ہو جاتا ہے اور بجائے نام کے ہم خلیفۃ المسیح کے ٹائٹل سے ان کو پکارتے اور لکھتے ہیں۔ یہی خلفاء کی شخصیت ہے۔ یہی ان کی پہچان اور تشخص۔ پس ہر انسان کو اس دنیا میں ایسے کارہائے نمایاں کر جانے چاہئیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ نظر آئیں اور ان سے وہ شخص پہچانا جائے۔ مگر آج المیہ یہ ہے کہ معاشرہ میں شخص کو زندگانی مل رہی ہے اسے مختلف self-given خصوصیات سے پہچان کروائی جاتی ہے۔ جبکہ شخصیت کا تشخص مرتا نظر آ رہا ہے اور جن خصوصیات اور صفات سے شخصیت اور کردار بنتا ہے وہ معدوم ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم احمدیوں کو شخصیت اُجاگر کرنے والی خصوصیات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ابوسعید)

## دعا کا تحفہ

### نماز شروع کرنے کی دعا نمبر 3

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ تکبیر تحریمہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے دوران خاموش رہتے ہیں۔ اس دوران آپؐ کیا پڑھتے ہیں؟ حضورؐ نے ان کو یہ دُعا بتائی:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِی وَبَیْنَ خَطَایَایَ، کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَ بْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:- اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری ڈال دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈال دی ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک و صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا (دھو کر) گندگی سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو (کر صاف کر) دے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 59-60)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

# لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز اختتامی خطاب

## سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18/ستمبر 2022ء بمقام اولڈ پارک فارم، کنگزلے

امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حدیقۃ المہدی سے قریباً دو میل دور Old Park Farm، واقع Sickles Lane, Kingsley میں منعقد ہونے والے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع (منعقدہ 16 تا 18/ستمبر 2022ء) کے اختتامی اجلاس میں بنفسِ نفیس رونق افروز ہوئے اور انگریزی زبان میں بصیرت افروز اختتامی خطاب فرمایا۔ یہ خطاب ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے توسّط سے پوری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ یاد رہے کہ لجنہ اماء اللہ کے اجتماع کے ساتھ ساتھ اسی جگہ پر مجلس انصار اللہ برطانیہ کا بھی سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس کے اختتامی اجلاس سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعد دوپہر خطاب فرمایا۔

حضور پُرنور بارہ بج کر 21 منٹ پر اجتماع گاہ میں تشریف لائے۔ کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ محترمہ نورعودہ صاحبہ نے سورۃ الجمعہ کی پہلی پانچ آیاتِ کریمہ کی تلاوت اور ان کا انگریزی زبان میں ترجمہ پیش کیا۔ بعد ازاں تمام حاضرات نے اپنے امام حضرت امیرالمومنین ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں لجنہ اماء اللہ کا عہد دہرایا۔

عہد کے بعد محترمہ شازیہ تنویر صاحبہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے منظوم کلام بعنوان ’’محاسنِ قرآن کریم‘‘ میں سے چند اشعار خوش الحانی سے پیش کیے۔

بعد ازاں ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔

## رپورٹ اجتماع از صدر لجنہ اماء اللہ یوکے

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ یوکے نے سب سے پہلے حضورِ انور کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا کہ حضور نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ پر خاص شفقت فرما کر ان کے اجتماع کو رونق بخشی۔ اس کے بعد بتایا کہ 2019ء کے بعد ہمیں پہلی مرتبہ مکمل انتظامات کے ساتھ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے جس کے لیے ہم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہیں۔ امسال کے اجتماع کا مرکزی تھیم ’مسیح آ گیا ہے‘ تھا اور یہی موضوع اجتماع کے تمام پروگرامز میں مدِنظر رکھا گیا۔ اس تھیم سے متعلقہ عناوین پر متعدد تقاریر اور پریزنٹیشنز رکھی گئیں جن میں درج ذیل شامل ہیں: صداقت حضرت مسیح موعودؑ، سیرت و سوانح حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نوع انسان سے محبت اور آپؑ کے ذریعہ مسلم امہ میں وحدت اور دنیا میں امن کا قیام۔

ہماری نمائشوں کے موضوعات اس مرتبہ اس زمانے میں ظاہر ہونے والے نشانات: زلزلے، سورج اور چاند گرہن، اور طاعون کے مطابق رکھے گئے۔ اسی طرح شعبہ تبلیغ نے عزت مآب ملکہ الزبتھ دوم مرحومہ کی زندگی کے بارے میں نمائش لگائی۔

علمی مقابلہ جات کا انعقاد لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ دونوں کے لیے بیک وقت ہوا۔ اسی طرح ناصرات کے لیے متعدد علمی و دیگر indoor سرگرمیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جبکہ outdoor ورزشی مقابلہ جات کو ملکہ کی وفات کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا۔

حضورِ انور کے ارشاد کے مطابق امسال اجتماع پر تعلیمی میدان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے والی ممبرات کو ایوارڈز تقسیم کیے گئے جن کے ناموں کا اعلان اس سے قبل جلسہ سالانہ یوکے 2022ء پر ہوگیا تھا۔ اسی طرح ان مجالس کو بھی انعامات دیے گئے جنہوں نے سال بھر اعلیٰ کارکردگی پیش کی۔ امسال سرفہرست رہنے والی مجالس ومبلڈن ساؤتھ، فارنہم، والسال اور کنگسٹن تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال اجتماع پر کُل حاضری 5725 رہی۔ خاکسار اس موقع پر اجتماع کی ناظمہ اعلیٰ مکرمہ نادیہ سہیل صاحبہ اور ڈیوٹی پر موجود تمام ممبرات لجنہ اماء اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ نیز مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصار اللہ اور جماعت احمدیہ یوکے کی ٹیموں کے تعاون اور مدد پر بھی ان کی شکر گزار ہے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر خاکسار حضور انور کی مسلسل راہنمائی اور دعاؤں کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور کی منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد ایک مختصر ویڈیو میں اجتماع کی جھلکیاں دکھائی گئیں۔

## خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بارہ بج کر 41 منٹ پر ممبرات لجنہ اماء اللہ برطانیہ و ناصرات الاحمدیہ سے (بزبانِ انگریزی) خطاب فرمانے کے لیے منبر پر تشریف لائے۔ تشہد، تعوّذ

اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کو کورونا وبا کے باعث چند برسوں کے تعطّل کے بعد اس سال اپنا سالانہ اجتماع بھرپور طریق پر منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ امید ہے آپ نے اپنے اس اجتماع سے خوب استفادہ کیا ہوگا۔ لجنہ اماء اللہ کو اپنی ذیلی تنظیم کے قیام کے مقاصد اور اپنی ذمہ داریوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بڑے غور و فکر کے بعد اس تنظیم کا نام ’’لجنہ اماء اللہ‘‘ رکھا تھا یعنی یہ اُن خواتین کی تنظیم ہے جو خدا تعالیٰ کی خادمائیں ہیں۔ پس اس اعتبار سے آپ سب خواتین کو اپنے ایمان اور عقائد کی حفاظت اور روحانی معیاروں کو بلند کرنے کے لیے ہردم کوشاں رہنا چاہیے۔ قرآن کریم نے عرب کے بادیہ نشینوں کو واضح کہا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے بلکہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا۔ گویا کہ ایک مومن کا معیار محض ’اَسْلَمْنَا‘ کہنے سے بہت بالا ہے۔ ایمان کے اعلیٰ معیاروں کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان خدا کو ہر دوسری شَے پر مقدم رکھے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مومن تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والا ہوتا ہے۔ گویا مومن ہر حالت اور مشکل میں خدا کی رضا کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تقویٰ کی راہوں پر چلتا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ حقیقی مومن ہر اس چیز سے دُور رہتا ہے جو خدا سے دُور لے جانے والی اور شرک کے قریب کرنے والی ہو۔ بہت سے لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شعور ہی نہیں رکھتے کہ ان کا عمل غلط ہے۔ بعض لوگ اپنے ہمسایوں سے اچھا سلوک نہیں کر رہے ہوتے۔ بعض دوسروں پر طنز کرنے کے عادی ہوتے ہیں، بعض اجتماعات اور مجالس کے مواقع پر ترجیحی سلوک کے خواہش مند رہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو تو کھانے وغیرہ کی اشیاء دیتی ہیں لیکن ساتھ موجود دوسرے بچے کی انہیں پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں! یہ باتیں آپ کے بچوں کی تربیت پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ایک احمدی سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ نظامِ جماعت کی پابندی کرنے کی طرح اپنی ذیلی تنظیم کے نظام کی بھی پوری اطاعت کرے۔ ہماری جماعت کا تمام تر نظام خلافت کے تابع ہے۔ ہر ملک کی نیشنل عاملہ ہو یا ذیلی تنظیمیں سب کی سب خلیفۂ وقت کے حکم کے ماتحت ہیں۔ پس اگر کوئی عہدے دار اپنے عمل میں اس ذمہ داری کا حق ادا نہیں کر رہا تو خلیفۂ وقت کو اس سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔ یہ نہیں کہ لوگوں کے درمیان اس قسم کی باتیں کی جائیں۔ جو لوگ ابتداءً نظامِ جماعت پر چھوٹی سطح پر اعتراض کے مرتکب ہوتے ہیں رفتہ رفتہ وہ اس میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور پھر خلافت پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے بالآخر یہ لوگ ایمان سے ہی دُور جا پڑتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ نماز دین کے لیے ایک نہایت بنیادی فریضہ ہے، گو کہ خواتین پر مسجد میں حاضر ہو کر اس کی ادائیگی فرض نہیں مگر اجتماعات اور مجالس کے مواقع پر جہاں اس کا اہتمام ہو وہاں پر نماز باجماعت کی پوری پابندی کی جانی چاہیے۔ پس اگر نماز کی ادائیگی میں یا جس طرح نماز کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ اس میں سستی ہے تو یاد رکھیں کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ اس بات کا عندیہ ہے کہ کہیں بہت گہرائی میں ہمارے ایمان میں کمزوری ہے اور ہمیں اپنے ایمانوں کا جائزہ لینا چاہیے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج کا معاشرہ بہت ہی گراوٹ کی طرف جا رہا ہے اور سوشل میڈیا کے بُرے اثرات بھی دین اور اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والے ہیں۔ اسکولوں میں بھی بچوں کو بعض ایسی غیر مناسب باتیں سکھائی جاتی ہیں جو اُن کے لیے سخت نقصان دہ ہیں جس کے نتیجے میں وہ دین اور اخلاقی اقدار سے دُور ہو رہے ہیں۔ اس لیے والدین کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیں۔ بچوں کو بھی بہت

احتیاط کی ضرورت ہے کہ وہ سوشل میڈیا یا ٹی وی پر غیرضروری پروگراموں کو نہ دیکھیں۔ والدین کو بھی نظر رکھنی چاہیے کہ اُن کے بچے کس قسم کے پروگرامز دیکھ رہے ہیں۔ ہماری آنے والی نسل کے دین اور اخلاقی اقدار سے دُور ہوجانے کے خطرات بہت زیادہ ہیں اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنے گھروں میں خالص اسلامی ماحول قائم کریں، اسلامی تعلیم پر عمل کریں کیونکہ بچے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں وہ والدین کے عمل کی طرف دیکھتے ہیں۔ والدین کے قول وفعل، میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ احمدی والدین بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ادا کرنے والے ہونے چاہئیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اگر کسی عہدیدار کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو براہ راست اُس سے یا پھر کسی بالا عہدیدار سے بات کرنی چاہیے۔ خلیفۂ وقت تک بھی بات پہنچائی جا سکتی ہے لیکن آپس میں چہ میگوئیاں نہ کریں کیونکہ یہ دین سے نفرت پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ احمدی والدین کو چاہیے کہ بچوں سے اعتماد کا رشتہ پیدا کریں۔ بچوں سے محبت کا تعلق قائم کریں تا کہ وہ آپ سے کھل کر بات کرسکیں۔ بچوں کے سوالوں کے تسلی بخش جواب دینے چاہئیں اور اگر کسی سوال کا جواب نہیں آتا تو اس کا جواب تلاش کرنا چاہیے۔ احمدی لڑکیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دینی علم کو بڑھائیں تا کہ اُن میں اعتماد پیدا ہو۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو بتائیں کہ دین کی کیوں ضرورت ہے؟ بچوں میں دین کی محبت پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ ماؤں کو اس طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ بچوں کی تربیت میں اپنی ذمہ داری کو نبھائیں۔

سچ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ ایک احمدی مومنہ کو ہر حال میں سچ بولنے والی ہونا چاہیے۔ کبھی کبھار ضرورت کے وقت جھوٹ کا سہارا لینا بھی درست نہیں ہے۔ ہم میں سے اکثر جانتے ہیں کہ ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی تھی کہ وہ جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو محض جھوٹ چھوڑنے سے اُس کی تمام برائیاں چھوٹ گئی تھیں اور صرف جھوٹ چھوڑنے کے نتیجے میں وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر پہنچ گیا تھا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ بعض اوقات خواتین مجھے عہدیداران کے خلاف شکایت کے خطوط لکھتی ہیں اور جب تحقیق کی جاتی ہے تو اکثر اوقات پتا لگتا ہے کہ ان کی بات پوری طرح سچائی پر مشتمل نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں کہ جھوٹ بہت بڑا گناہ ہے جو خاندانوں کو تباہ کر دیتا ہے اور یہی جھوٹ جماعت کے لیے بھی بہت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ بچے بھی جب والدین کا جھوٹ پر مبنی طرزِ عمل دیکھیں گے تو وہ بھی جھوٹ کی راہ پر چل پڑیں گے اور اس طرح بچے کے دل میں نہ صرف والدین کا اعتماد ختم ہوجاتا ہے بلکہ وہ دین اور ایمان سے دور ہوجاتے ہیں اور ایسے رویّے کے ذمہ دار والدین ہیں۔ پس ایک مومنہ کو چاہیے کہ وہ وقار سے رہنے والی، ہر مشکل اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے والی، جھوٹ سے مکمل طور پر بچنے والی اور خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھنے والی ہو۔

سوشل میڈیا کے مضر پہلو صرف ایک ملک یا علاقے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کے ایک خطے سے دوسرے تک با آسانی منتقل ہو رہے ہیں۔

عاجزی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ لوگ اپنے آپ کو عاجز تو کہتے ہیں لیکن ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ بسا اوقات اپنی باتوں سے ہی دوسروں کی دل شکنی کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تکبر سے بچیں کہ تکبر سے نہ صرف معاشرے کا امن خراب ہو رہا ہوتا ہے بلکہ لوگوں کے باہمی تعلقات بھی خراب کر رہا ہوتا ہے۔

مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ صدقہ دینا بھی اخلاقیات میں داخل ہے۔ اللہ کے فضل سے جماعت کے مخلصین اس میدان میں بڑھے ہوئے ہیں لیکن آج کے دَور میں مالی بحران کے باعث کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ اپنی ضروریات کو پہلے پورا کرنا چاہیے۔ تاہم اس بات کو یاد رکھیں کہ کمزور طبقہ کی مدد ہم پر لازم ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ ہر روز دو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مالی قربانی کرنے والے کے حق میں دعا جبکہ دوسرا فرشتہ بخیل کے لیے بد دعا کرتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج کے دور میں پردہ بھی بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو بخوبی واضح فرمایا ہے کہ صرف عورت کو ہی قرآنِ کریم میں حکم نہیں کہ وہ پردہ کی پابندی کرے بلکہ پہلے مردوں کو غضِ بصر کا حکم ہے اور اس کے بعد عورت کو ستر ڈھانپنے کا حکم ہے۔ آج دنیا والے عورتوں پر ظلم کے نام پر اسلام کی اس خوبصورت تعلیم پر اعتراض کرتے اور اس طریقے سے مسلمان عورت کو بے پردہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے امسال جلسہ سالانہ کے خطاب میں احمدی عورتوں کی مثالیں دی تھیں کہ جو دنیا کے سامنے اپنا پردہ اتارنے کے لیے نہیں جھکیں اور اپنے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور پردہ نہیں چھوڑا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا اور ان کو پردہ میں رہتے ہوئے نوکری کرنے کے سامان پیدا فرمائے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع فیس بک، ٹوئٹر، واٹس ایپ اور ٹک ٹاک وغیرہ کے استعمال میں بھی احتیاط سے کام لیں۔ اپنی تصاویر کو انٹرنیٹ پر شیئر کرنے پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعد میں یہ چیزیں غلط استعمال کی جاتی ہیں اور بعض اوقات ایسا کرنے والی بچیاں بلیک میلنگ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس لیے انٹرنیٹ کا استعمال صرف مثبت اور تعلیمی مقاصد کے لیے کریں اور اس سے قبل اچھی طرح چھان بین کر لیں کہ کہیں غلط قسم کے لوگوں سے واسطہ تو نہیں پڑ رہا تا کہ بعد کے پچھتاوے سے بچا جا سکے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کسی نے بات کی کہ عورتوں کو اَب پردہ چھوڑ کر مغرب کی طرح ہونا چاہیے تو آپؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے جنہوں نے پردہ چھوڑا ان کی اخلاقیات کی حالت بھی دیکھ لیں اگر وہ پردہ چھوڑنے سے بہتر ہوئی ہے تو پھر چھوڑ دیں لیکن آج ان کی حالت ہمارے سامنے ہے کہ چھوٹے معصوم بچوں سے ایسی غیر اخلاقی اور عریانی باتیں کی جاتی ہیں جس کی نظیر کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ یہ حرکات ان کے لیے بہت مضر ہیں اور ان کی دماغی حالت کو خراب کرنے والی بات ہے جس کے بھیانک نتائج انہیں کسی وقت دیکھنے پڑیں گے۔

نماز کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ نماز کو سمجھ کر باقاعدگی سے ادا کریں نہ کہ صرف رسم وعادت کے طور پر۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو گا جو آپ کو، آپ کے خاوندوں کو اور اولاد کو بچا سکے گا اور آپ اس دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کرنے والی ہوں گی اور تاریخ گواہی دے گی کہ اس دَور کی احمدی عورتوں نے اعلیٰ نمونے دکھائے اور اپنے عملی نمونوں سے روحانی انقلاب کو برپا کیا۔ اللہ تعالیٰ احمدی خواتین کو یہ توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضورِ انور نے اس معرکۃ الآراء خطاب کا اختتام دعا پر فرمایا جو ایک بج کر 26 پر ہوئی۔ دعا کے بعد حضورِ انور کی خدمت میں اردو اور افریقن زبانوں میں ترانے پیش کیے گئے۔ ایک بج کر 32 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عنایت فرمانے کے بعد اجتماع گاہ سے تشریف لے گئے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23/ستمبر 2022ء)

## اعلان وفات

**مکرمہ ریحانہ اظہر اہلیہ مکرم اظہر مصطفیٰ۔ لندن تحریر کرتی ہیں۔**

ہماری والدہ مکرمہ بشریٰ ثریا شاہدہ اہلیہ مکرم دین محمد شاہد مرحوم (سابق مربی سلسلہ) 2جون 2022ء کو بعمر 85 سال Airdrie Canada میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ کی نمازِ جنازہ مسجد بیت النور کیلگری میں ادا کی گئی اور کیلگری کینیڈا میں تدفین ہوئی۔

مکرمہ بشریٰ ثریا شاہدہ مؤرخہ یکم جولائی 1937ء کو قادیان میں مکرم قاری محمد امین مرحوم اور مکرمہ امۃ العزیز مرحومہ کے گھر پیدا ہوئیں۔ آپ قاری غلام یٰسین صاحب مرحوم صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ بعد ازاں میٹرک تک تعلیم نصرت جہاں گرلز اسکول ربوہ سے حاصل کی۔ آپ کا خاندان ربوہ کے ابتدائی رہنے والوں میں سے تھا۔ مؤرخہ 19/ دسمبر 1956ء کو آپ کی شادی مکرم دین محمد شاہد مرحوم کے ساتھ ہوئی۔ آپ دونوں کا عرصہ رفاقت تقریباً 65 سال کا تھا جو بے حد محبت پر مبنی تھا۔ آپ نہایت نیک، ملنسار، شفیق، ہمدرد اور پیار کرنے والی ہستی تھیں۔ مرحومہ والدہ صاحبہ دین کا بہت علم رکھنے والی تھیں۔ اباجان مرحوم کے لکھے تمام مضامین اور ان کی کتب کی نہایت باریک بینی سے پروف ریڈنگ کرتی تھیں۔ والدہ مرحومہ بہت خوش الحان تھیں۔ اکثر اجلاسات پہ حضرت چھوٹی آپا کی فرمائش پر نظمیں پڑھا کرتی تھیں۔ درثمین اور کلام محمود کا بیشتر حصہ زبانی یاد تھا جسے اکثر خوش الحانی سے پڑھتی رہتیں۔ نہایت عبادت گذار اور خلافت سے بے پناہ محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ ہماری والدہ مرحومہ، اباجان مرحوم کی وفات کے محض ساڑھے چھ ماہ کے عرصے میں مختصر علالت کے بعد اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے متین احمد کیلگری کینیڈا، مبارک احمد Airdrie Canada اور تین بیٹیاں ڈاکٹر عائشہ صدیقہ احمد اہلیہ ڈاکٹر محمود احمد شرما سویڈن، طیبہ الطاف اہلیہ الطاف الرحمٰن Airdrie Canada اور خاکسار ریحانہ اظہر اہلیہ اظہر مصطفیٰ لندن یوکے شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

**ادارہ الفضل تمام لواحقین سے تعزیت کرتا ہے۔**

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

# حضرت سید ولایت شاہؓ۔کوٹلی ننگل متصل گورداسپور

حضرت سید ولایت شاہ رضی اللہ عنہ ولد سید حسین علی شاہ صاحب قوم سید اصل میں کوٹلی ننگل متصل گورداسپور کے رہنے والے تھے اور محکمہ انہار میں ملازم تھے۔ آپ اپنی ملازمت کے سلسلے میں مادھوپور ضلع گورداسپور میں مقیم رہے جہاں حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان گوڑیانوی رضی اللہ عنہ یکے از 313 (وفات: 9/جون 1921ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) پلیگ ڈیوٹی کے سلسلے میں تعینات تھے۔ (بدر یکم فروری 1904ء صفحہ 10) حضرت ڈاکٹر صاحبؓ سے آپ کے اچھے دوستانہ تعلقات تھے اور اغلبًا انہی کے ذریعے احمدیت سے تعارف ہوا جس کے بعد اپنی ایک خواب کے ذریعے تسلی پاکر 1906ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ آپ بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے مجھے بہت کم موقعے ملے تھے کیونکہ میں ایک ایسی ملازمت میں تھا جس میں رخصت بہت کم ملتی تھی۔ میں نے خواب کی بنا پر بیعت کی تھی جو یہ تھی کہ ہیڈ ورکس مادھوپور جہاں سے ہیڈ باری دواب نہر نکلتی ہے وہاں میں تعینات تھا۔ سرکاری کواٹر کی دیوار پر سے جس کے صحن میں مَیں سویا ہوا تھا ایک جماعت بہت خوش سلوک اشخاص کی جن کے آگے ایک بزرگ نہایت خوبصورت شکل اور نہایت خوبصورت لباس میں ملبوس، تاج ایسا چمکدار جس پر نظر نہ ٹھہر سکے، سر پر پہنے ہوئے، گُزر کر میرے کوارٹر کی چھت پر چڑھ گئے اور وہاں بگل کے ذریعہ سے اذان کہی جس کی آواز بہت دور دور تک پہنچی تھی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ اسی دیوار پر سے واپس تشریف لائے۔ جب میری چارپائی کے پاس سے گزرے تب مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ بھائی پائخانہ اپنے اندر سے باہر کردو۔ مَیں نے خواب میں عرض کیا کہ بہت اچھا جناب! جب وہ آگے ہوگئے تب میں نے اُن کے پیچھے جو دوست تھے اُن سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ اُن میں سے ایک نے کہا آپ نہیں جانتے یہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اسی فجر کو میرے دوست ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے میرے دروازے پر آکر دستک دی۔ جب میں باہر آیا تو انہوں نے فرمایا شاہ صاحب آپ تو احمدی ہوگئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کس طرح؟ انہوں نے کہا آج رات مجھے خواب آیا ہے کہ آپ شفا خانہ میں آکر بیٹھے ہیں اور میں نے اندر جاکر اپنا صندوق کھول کر ایک بہت عمدہ خوبصورت انگرکھا (ایک قسم کا مردانہ لباس۔ جبا) لاکر آپ کو پہنایا ہے اور وہ آپ کے بدن پر بہت فٹ آیا ہے۔ اس کے بعد میں نے بہت خوبصورت عمدہ عمدہ بٹن لاکر اس میں لگادیئے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں اپنے سسرال کے گھر سید اکبر شاہ صاحب مرحوم کے مکان میں آیا۔ مرزا غلام اللہ صاحب مرحوم جو کہ پڑوسی تھے میرے پاس آئے۔ جمعہ کا دن تھا میں اُن کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں گیا۔ وہاں انہوں نے مجھے ممبر کے پاس بٹھادیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تب انہوں نے حضور انور کی خدمت میں میری بیعت لینے کے متعلق عرض کیا۔ حضور انور نے نہایت شفقت سے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور دیگر بیعت کرنے والوں نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لی۔''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 144-145)

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ مستقل طور پر دارالرحمت قادیان میں سکونت پذیر ہوگئے اور 29/مئی 1947ء کو بعمر 71 سال وفات پاکر بوجہ موصی (وصیت نمبر 6954) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ اخبار الفضل نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا: ''افسوس جناب سید ولایت شاہ صاحب دارالرحمت آج وفات پا گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم صحابی اور موصی تھے۔ جنازہ کل نماز جمعہ کے بعد مدرسہ احمدیہ میں ہوگا۔''

(الفضل 30/مئی 1947ء صفحہ 1)

آپ کی شادی حضرت حکیم محمد زمان صاحب رضی اللہ عنہ آف مالیر کوٹلہ (اصل وطن اورنگ آباد ضلع اٹک تھا) کی بڑی صاحبزادی حضرت خیر النساء بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی تھی جو آپ کی وفات کے بعد 20 سال زندہ رہیں اور 21/اپریل 1967ء کو کراچی میں وفات پائی، محترم سید صوفی محمد عبدالرحیم لدھیانوی (وفات: 15/جنوری 1971ء) نے اعلان وفات دیتے ہوئے لکھا:

''مکرمہ خیر النساء بیگم صاحبہ زوجہ سید ولایت شاہ صاحب رضی اللہ عنہ (جو خود بھی احمدیت کا ایک نادر الوجود نمونہ اور صحابی تھے) نے کراچی میں بروز جمعہ مورخہ 21/اپریل 1967ء کو انتقال فرمایا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحومہ ایک خلیق اور نیک بخت خاتون تھی جو پیدائشی احمدی اور صحابیہؓ تھیں۔ مرحومہ کی جوانی اور پھر جو عرصہ 1947ء کے بعد سے انھوں نے بیوگی میں گذارا، ایک ناقابل فراموش نیک یادگار ہے۔ ملنسار، عابد و زاہد خاتون تھی۔ مرحومہ کے والد حضرت حکیم محمد زمان صاحب رضی اللہ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص شاگردوں میں تھے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ مالیر کوٹلہ کے مقرب اور ہر دلعزیز طبیب حاذق تھے۔ مرحومہ ان کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ رشتہ میں وہ میری بھانجی تھیں۔ باقاعدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، زہد و تقویٰ کی ایک زندہ مثال تھیں۔ مخالف اعزہ کی باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی وہ سب کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک حال ہوجاتیں۔ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ بھی نوافل، درود شریف کا التزام رکھتیں .... مرحومہ نے 3 لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔''

(الفضل 4/مئی 1967ء صفحہ 6)

(نوٹ: آپ کی تصویر آپ کے پوتے مکرم سید نعیم شاہ صاحب حال ٹورانٹو نے مہیا کی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔)

---

## بقیہ: آؤ! اُردو سیکھیں...... از صفحہ 12

ضد)، جہالت، لاعلمی، بے عقلی، جذبات، غضب وغیرہ سے بہت زیادہ کام لینا اور عقل و دانائی سے دور رہنا۔

**طفولیت:** بچپن، کم عمری۔

**علمی تحصیلیں:** علم حاصل کرنا۔ تعلیم حاصل کرنا، اسکول اور کالج وغیرہ کا دور۔

**لہو ولعب:** کھیل کود، وہ شغل جس سے تفریح ہو، ہنسی مذاق، عیش و نشاط، سیر، تماشا، تفریح۔ غیرسنجیدہ سرگرمیاں جن کا مقصد محض تفریح ہو۔

**خیال افراط تک پہنچنا:** یعنی ایک خیال سب حدیں پار کر جاتا ہے۔ اور حدوں سے مراد اخلاقی، معاشرتی، دینی ذمہ داریاں ہیں۔

**رجوع:** واپس کسی چیز کی طرف جانا، سوچ کا بدلنا۔

**کسی قدر:** تھوڑا سا۔

**معاد:** آخرت، مرنے کے بعد کی زندگی اور اس کے معاملات۔

**دینیات:** دین کا علم، دین کی باتیں، دین کے فرائض۔ Theology

**خشک منطق اور بیہودہ فلسفہ دکھلانا:** محض عقل کو رہنما سمجھ کر باقی تمام علوم اور علوم کے ذرائع کو خاطر میں نہ لانا۔ خود کو معتبر اور عالم و فاضل ثابت کرنے کے لئے ایک بات کا کافی علم نہ ہونے کے باوجود بحث کرنا۔

**دستگیری:** مدد کرنا، معاونت، حمایت، گرتے کو تھامنا۔

**خرابیوں کی جڑ:** کسی چیز کی اصل وجہ Fundamental causation

**بدنی بیماریاں اور قابل شرم روگ:** عام جسمانی بیماریاں اور وہ امراض جو جنسی تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں جنھیں انسان اپنے لئے انتہائی شرم اور بے عزتی کا باعث سمجھتا ہے۔

STD:Sexually Transmitted Diseases

**غیر متغیر خدا:** یعنی اچھی بری تبدیلیاں انسان میں آتی ہیں مگر خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ انسان اپنی بدلی ہوئی حالت کے مطابق خدا تعالیٰ پر بدظنی کرتا ہے۔

**شہوت طالب:** کسی بھی دنیاوی چیز کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش کا شکار ہوجانا، عادی ہوجانا۔

**ناصح:** نصیحت کرنے والا، والدین، مربیان، خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ۔

**خمیازہ بھگتنا:** کسی جرم کی سزا کاٹنا۔ کسی غلطی کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا سامنا کرنا۔

# حکومتِ برطانیہ کا تازہ انقلاب اور الفضل

## از سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

(اشاعت مکرر از الفضل قادیان 22/ دسمبر 1936ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَالنَّاصِرُ

(تحریر فرمودہ 20/ دسمبر 1936ء)

14دسمبر کے ’’الفضل‘‘ میں ایک افتتاحیہ ’’حکومتِ برطانیہ میں تازہ انقلاب‘‘ کے نام سے چھپا ہے میں اِس کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گو جو کچھ ’’الفضل‘‘ میں شائع ہوتا ہے ضروری نہیں کہ میری نظروں سے گزرے نہ یہ ضروری ہے کہ اسے پڑھ کر اگر مجھے اختلاف ہو تو میں اس اختلاف کا اظہار کروں۔ کیونکہ ’’الفضل‘‘ اجمالی طور پر جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔ تفصیلی طور پر لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر اختلاف پر گرفت کی جائے۔ بعض باتوں کو ایسی اہمیت نہیں دی جاتی کہ علم ہو جانے پر بھی ان کی تردید کی جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی تردید ضروری ہے کیونکہ اس میں بعض اصول کا سوال ہے۔

’’الفضل‘‘ کے افتتاحیہ کا خلاصہ یہ ہے سابق بادشاہ ایڈورڈ ہشتم نے ایک عورت کی خاطر ملک کو چھوڑ کر کوئی قابلِ تعریف کام نہیں کیا۔ ان کو مجبور اور قابلِ ہمدردی سمجھا جا سکتا ہے لیکن ایثار اور قربانی کرنے والا نہیں کیونکہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان کی جا سکتی ہے نہ کہ بڑی چھوٹی کے لئے اور اس کی تائید میں ’’الفضل‘‘ نے آرچ بشپ آف کنٹر بری کے بعض فقروں کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو یہ ہیں۔

’’ایڈورڈ ہشتم کو خدا کی طرف سے ایک اعلیٰ اور مقدس امانت ملی تھی مگر انہوں نے یہ امانت دوسروں کے حوالے کر دینے کے لئے اپنی مخصوص صاف بیانی سے کام لیا۔ وہ ہر اقدام ذاتی خوشی کے حصول کے لئے کر رہے تھے۔ یہ امر افسوسناک اور حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے اس قسم کے مقصد کے پیشِ نظر اتنی بڑی امانت کو چھوڑ دیا۔‘‘

کاش !’’الفضل‘‘ کا افتتاحیہ نگار آرچ بشپ آف کنٹر بری کے فقروں پر انحصار کرنے کی بجائے واقعات پر غور کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے سے محفوظ رہتا جو اس نے اب نکالا ہے۔ جو واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(1) مسز سمپسن کی واقفیت شاہی خاندان سے نئی نہیں وہ شاہ جارج پنجم کے سامنے بھی پیش کی جا چکی ہیں اور اُسی وقت سے ان کی آمد درباری حلقوں میں ہے۔

(2) سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم بھی ان سے آج ملنے نہیں لگے بلکہ مئی 1936ء سے ان کے تعلقات مسز سمپسن سے نہایت گہرے تھے حتّٰی کہ امریکن اخبارات میں مسز سمپسن کی طلاق کے وقوعہ سے پہلے یہ مضامین شائع ہو رہے تھے کہ اب مسز سمپسن طلاق لے لیں گی اور غالباً شاہ ایڈورڈ ہشتم سے شادی کریں گی۔ وہ دیر سے شاہی دعوتوں میں بلائی جاتی تھیں جن میں خود وزیر اعظم بھی شامل ہوتے تھے، وہ اکثر اوقات شاہی قلعہ میں رہتی تھیں اور شاہی موٹر ان کی خدمت پر مامور تھے۔ ان سب واقعات کو انگلستان جانتا تھا، آرچ بشپ صاحب جانتے تھے، وزیر اعظم جانتے تھے مگر سب خاموش تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟

(3) مسز سمپسن کو انگریزی عدالت میں طلاق ملی، ان کی طلاق کے وقت پولیس کی خاص نگرانی کا انتظام کیا گیا، پریس کو فوٹو شائع کرنے سے روکا گیا۔ ایک معمولی بروکر کی بیوی کی طلاق پر اس قدر احتیاطیں کیوں برتی گئیں۔ اگر حکومتِ برطانیہ ان واقعات سے واقف نہ تھی جو شاہی قصر میں رونما ہو رہے تھے تو اسے مسز سمپسن کی طلاق پر اس قسم کی احتیاطیں کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی اور اس نے وہ احتیاطیں کیوں برتیں؟ کیا ایک ڈیوک DUKE GRAND کی بیوی کی طلاق پر بھی انگلستان میں ایسی احتیاطیں برتی گئی ہیں۔ کیا اس واقعہ کی موجودگی میں حکومت کا کوئی افسر کہہ سکتا ہے کہ اسے صرف امریکہ کے اخبارات سے یہ حالات معلوم ہوئے۔

(4) اگست میں بادشاہ سیر کے لئے جہاز پر گئے، مسز سمپسن بغیر خاوند کے ساتھ تھیں، دنیا بھر کو معلوم تھا۔ کیا اُس وقت کسی نے احتجاج کیا؟ اوّل تو شائع شدہ واقعات سے ثابت نہیں کہ ایسا احتجاج ہوا ہو لیکن اگر کوئی احتجاج ہوا تھا تو وہ ایسا کمزور تھا کہ کسی کو کانوں کان معلوم نہیں ہوا۔ حتّٰی کہ آج اس جھگڑے کے وقت میں بھی اِس کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ وزیر اعظم نے اپنے بیان میں صاف تسلیم کیا ہے کہ پہلی دفعہ انہوں نے بادشاہ سے اکتوبر کے آخر میں بات کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگست کے سفر کے موقع پر وہ بالکل خاموش رہے۔ وزیر اعظم کہتے ہیں کہ اِس کا باعث یہ تھا کہ بہت سے اخبارات کے کٹنگ ان کو بھجوائے گئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہت پہلے ایسی چہ میگوئیاں شروع تھیں اور یقیناً وہ لوگ حالات سے واقف تھے جو شاہی دعوتوں میں مسز سمپسن کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ آخر یہ جھگڑا شروع ہوتا ہے بشپ آف بریڈفورڈ کی ایک تقریر پر جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ بادشاہ کو مذہب کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ بشپ کا یہ کہنا تھا کہ شمالی انگلستان کے اخبارات نے سب سے پہلے شور مچایا اور پھر سارے انگلستان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ بشپ آف بریڈفورڈ نے مسز سمپسن کی شادی کے متعلق اشارہ کیا ہے اور اس معاملہ کے متعلق سختی سے جرح شروع کر دی گئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ بشپ آف بریڈفورڈ نے اس مفہوم کا انکار کیا لیکن یہ مخالف اخبارات برابر شور مچاتے گئے کہ نہیں بشپ صاحب اب جُھوٹ بول رہے ہیں۔ اصل میں ان کا یہی مطلب تھا اور اس سے بھی زیادہ لطیف بات یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں ان کی تعریف بھی کی جا رہی تھی کہ بشپ صاحب نے دلیری میں کمال کر دیا کہ ملک کو اس کی ایک اہم ذمہ واری کی طرف متوجہ کر دیا اور یہ بھی ساتھ کہا جا رہا تھا کہ ان کا بعد کا انکار غلط ہے اور اب وہ صرف پردہ ڈال رہے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ باوجود اعلیٰ مذہبی پیشوا ہونے کے جھوٹ بول رہے ہیں۔ کوئی نہیں سوچتا کہ یہ دلیری اور جھوٹ

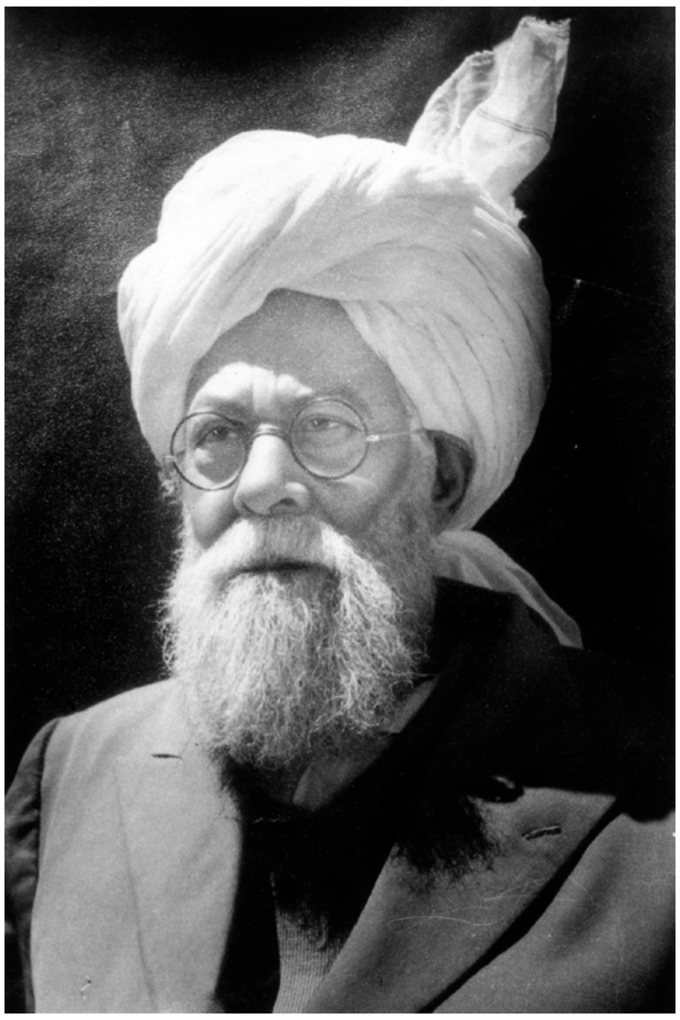

ایک ہی وقت میں کیونکر جمع ہو گئے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ بشپ بے چارے نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ اس کا مطلب مسز سمپسن کی شادی کی طرف اشارہ کرنا نہ تھا بلکہ یہی تھا کہ بادشاہِ معظّم کو مذہبِ عیسوی کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔

خدا بھلا کرے کرنل وجوڈ ممبر پارلیمنٹ کا کہ انہوں نے عین پارلیمنٹ میں اِس راز کو فاش کر دیا کہ مسز سمپسن کی شادی تو ایک اتفاقی امر تھا جو پیدا ہو گیا اصل سوال یہی تھا کہ بادشاہ عیسوی مذہب کے پوری طرح قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ میں مسز سمپسن کی شادی کا مسئلہ زیر بحث تھا کرنل وجوڈ صاحب کھڑے ہوئے اور سادگی سے اصل بحث کے متعلق تقریر شروع کر دی اور صاف کہہ دیا کہ صاحبان تاج پوشی کی رسم پر اگر ہمارے پیارے بادشاہ نے مذہبی رسوم ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے تو اس پر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ تاج پوشی کے معنی صرف تاج پوشی کے ہیں، یہ کوئی مذہبی عبادت تو ہے نہیں کہ اگر آرچ بشپ آف کنٹر بری نے برکت نہ دی تو بس عبادت خراب ہو گئی۔ اگر ہمارا بادشاہ مذہبی رسم کو غیر ضروری قرار دے کر اس سے منکر ہے تو اس پر اس قدر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر کنٹر بری اور یارک کے آرچ بشپ اور ہمارے وزیر اعظم اس کو مذہبی ہتک خیال کرتے ہوئے کارونیشن کی رسوم میں شامل ہونے سے انکار کریں تو ہمیں اس پر بھی بُرا منانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ ان کا اپنا کام ہے ہمارا حق نہیں کہ جبر کریں۔ اور ان کی غیر حاضری کے معنی ہرگز یہ نہ لئے جائیں کہ وہ بادشاہ کے وفادار نہیں۔ انہیں غیر حاضری کے باوجود یونہی سمجھا جائے کہ گویا انہوں نے حلفِ وفاداری لے ہی لیا ہے۔ غرض نہ تو ان رسوم کے ادا کرنے کے انکار پر بادشاہ سلامت کی تخت نشینی میں کوئی کمزوری سمجھی جائے اور نہ ان لوگوں کو باغی سمجھا جائے جو اپنے خاص مذہبی عقائد کی وجہ سے تاج پوشی کی رسم کی شمولیت کو پسند نہ کریں۔

اس تقریر نے واقعات سے مل کر بالکل واضح کر دیا کہ مسز سمپسن کا واقعہ اصل متنازعہ فیہ امر نہ تھا یہ تو ناراضگی کے اظہار کا ایک اتفاقی موقع بہم پہنچ گیا اصل واقعہ یہ تھا کہ جب کارونیشن کی رسوم کی تفصیل طے کرنے والی کمیٹی بیٹھی اور اس نے بادشاہ کے سامنے اپنی رپورٹ رکھی تو بادشاہ

نے مذہبی رسم کا حصہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں اس پر یقین نہیں رکھتا اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے۔ جب یہ بات وزراء کو اور پادریوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اسے بُرا منایا اور بعض مذہبی وزراء نے اور پادریوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم پھر اس تقریب میں شامل نہ ہوں گے۔ چنانچہ آرچ بشپ آف کنٹر بری نے صاف انکار کر دیا اور گو ہندوستان کے اخبارات میں یہ بات شائع نہیں ہوئی لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اس انکار پر سابق بادشاہ خود موٹر میں بیٹھ کر آرچ بشپ کو ملنے کے لئے گئے اور ان سے اصرار کیا کہ آپ کو میرے مذہبی عقیدہ سے کیا تعلق ہے تاج پوشی کی رسم ایک دُنیوی رسم ہے آپ اس میں شمولیت سے کیوں انکار کرتے ہیں مگر وہ اپنے اصرار پر قائم رہے جیسا کہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ انہی دنوں ملکہ میری سے بھی آرچ بشپ صاحب کی ایک لمبی ملاقات ہوئی تھی اور واقعات سے اگر نتیجہ اخذ کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس ملاقات کی غرض یا تو یہ تھی کہ آرچ بشپ صاحب ملکہ کے ذریعہ بادشاہ پر اثر ڈالنا چاہتے تھے یا ملکہ اپنے بیٹے کے حق میں آرچ بشپ صاحب کو راضی کرنا چاہتی تھیں۔ بہرحال یہ ایک ناقابلِ تردید واقعہ ہے کہ مسز سمپسن کے ساتھ متعلقہ واقعات پر باوجود علم کے خاموشی اختیار کی جاتی تھی حتّٰی کہ وہ دن آ گیا جب بادشاہ نے ایک اہم مذہبی رسم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب فوراً مسز سمپسن کے واقعات پر بشپ بریڈفورڈ کی طرف منسوب کر کے جرح شروع ہوگئی حالانکہ بشپ بریڈ فورڈ مسز سمپسن کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنے سے خود انکاری ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ میں نے تو یہی کہا تھا کہ بادشاہ کی مذہب کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں اور مذہبی رسوم میں حصہ نہیں لیتے اور اس سے زیادہ میرا منشانہ تھا۔

بشپ کے اس انکار سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے درحقیقت اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں لیکن یا تو سکاٹ لینڈ کے اخبارات نے ان کے مضمون کو غلط سمجھا یا مصلحتاً ان کے اشارہ کو نظرانداز کر کے ایک اور امر کی طرف منسوب کر دیا تا کہ اصل مسئلہ زیر بحث نہ آئے۔ کیونکہ دنیا کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کہ بادشاہِ انگلستان بعض یا کُل رسومِ میسحیت پر یقین نہیں رکھتے ایک ایسی بات تھی جسے پادری میسحیت کے لئے سخت مُضِر سمجھتے تھے اور اسے زیر بحث نہیں لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آرچ بشپ آف کنٹر بری نے اپنے بعد کے اعلان میں اشارۃً بشپ آف بریڈ فورڈ کو تنبیہہ کی ہے کہ انہوں نے کیوں اس مسئلہ پر عام مجلس میں روشنی ڈالی اور شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری کے بعد تو انہوں نے واضح الفاظ میں خود ہاؤس آف لارڈز میں کہہ دیا کہ وہ خوش ہیں کہ اب وہ نئے بادشاہ کی تاج پوشی میں بِلاضمیر کشی کے شامل ہو سکیں گے۔جس کے صاف معنی ہیں کہ ان کے دل پر یہ گراں گزر رہا تھا کہ سابق بادشاہ نے تخت نشینی کے موقع پر ایک اہم مذہبی رسم کے ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ان حالات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مسز سمپسن کے تعلقات پر غصہ حقیقی نہ تھا کیونکہ وہ تعلقات بہت پرانے تھے اصل غصہ بعض لوگوں کو یہ تھا کہ بادشاہ نے ایک مذہبی رسم کو تاج پوشی کے متعلق کیوں منسوخ کر دیا ہے۔مسز سمپسن کا ذکر بعض اخبارات نے دیدہ دانستہ اس لئے چھیڑ دیا تا کہ مذہب کا سوال زیر بحث نہ آئے یا بشپ بریڈ فورڈ کی تقریر کو غلط سمجھ کر ایسا کیا اور چونکہ یہ مسئلہ بھی اہم تھا اس نے فوراً ایک اہمیت اختیار کر لی۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ کیا سوال یہ تھا کہ بادشاہ ایک عورت کو قبول کریں یا بادشاہت کے فرائض کو۔ یا یہ تھا کہ بادشاہ ایک ایسے اصل کو اختیار کریں جو بادشاہت سے بھی زیادہ تھا۔ یا بادشاہت کو۔ یقیناً سوال بادشاہت اور عورت کا نہ تھا بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سوال دو اصول کا تھا۔ پادریوں اور ان کے ہمدردوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ ایک بادشاہ جسے ڈیفنڈر آف فیتھ (DEFENDER OF FAITH) کہا جاتا ہے یعنی محافظِ عیسائیت، اگر وہی بعض مذہبی رسوم کے ادا کرنے سے انکار کر دے تو ملک کی طاقت اور اس کے اتحاد کا کیا باقی رہ جاتا ہے اور بادشاہ کے دل میں یہ سوال تھا کہ جس چیز کو میرا دل نہیں مانتا میں اسے کس طرح حکومت کی خاطر تسلیم کرلوں۔ اِس حد تک دونوں فریق اپنے اپنے اصول کی تائید میں جھگڑ رہے تھے اور ہم دونوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کر سکتے۔ اور اگر اس امر کے خیال سے کہ یہ جھگڑا کئی صورتوں میں آئندہ بھی ظاہر ہوتا رہے گا، بادشاہ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسز سمپسن کی بحث کے موقع پر ہی اس قضیہ کو ختم کر دینا چاہئے تو یقیناً انہوں نے ایک اصل کی خاطر قربانی کی۔

ہمیں اِس وقت تک نہیں معلوم کہ سابق بادشاہ کے اصل عقائد کیا تھے۔ آیا صرف عیسائیت کے خلاف یا مذہب کے خلاف؟ اس لئے ہم ان کی تردید یا تائید نہیں کر سکتے لیکن ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ان کا جو کچھ بھی عقیدہ تھا، انہوں نے اس کی خاطر ایک عظیم الشان بادشاہت کو چھوڑنا پسند کیا، اور یہ امر یقیناً ایک قربانی ہے اس کا انکار کسی صورت میں نہیں کیا جا سکتا۔ باقی رہا ان کا عقیدہ، سوممکن ہے کہ وہ غلط ہو لیکن ایک غلط عقیدہ کے لئے بھی جو قربانی کی جائے، وہ قربانی ہی ہوتی ہے۔ جنہوں نے بُتوں کی خاطر جان دی، ہم اُن کی قربانی کو غلط قربانی کہیں گے لیکن ہم اِس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ دیانت دار لوگ تھے۔ اور اپنے غلط عقیدہ کے لئے جسے وہ سچا سمجھتے تھے، انہوں نے اپنی جان تک قربان کر کے ثابت کر دیا کہ ان کی روح بلندی کے حصول کے لئے بے تاب تھی گو بعض گناہوں کی شامت کی وجہ سے وہ ہدایت نہ پا سکے۔ اسی طرح سابق بادشاہ کا معاملہ ہے۔یعنی بوجہ علم نہ ہونے کے ہم ان کے عقائد کی نسبت گو کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکتے لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف بادشاہت تھی اور ایک طرف ان کے ذاتی عقائد، انہوں نے سب سے پہلا موقع جو ان کو ملا جس میں وہ بادشاہت کو ترک کر سکتے تھے، اسے ضائع نہ کرتے ہوئے تخت سے دست برداری دے دی۔

معاملہ کی اس منزل تک ہم پادریوں پر بھی الزام نہیں لگا سکتے، ان کی ایک حکومت تھی اور اس کی مذہبی شکل کو قائم رکھنا ان کا فرض تھا، انہوں نے اس حد تک جو کچھ کیا وہ درست تھا۔

اب مَیں اس معاملہ کو لیتا ہوں جو ذریعہ بن گیا اس جھگڑے کے فیصلہ کا، جو اندر ہی اندر چل رہا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ گو مذہب کا جھگڑا ابھی جاری تھا لیکن بادشاہ نے تخت چھوڑا تو مسز سمپسن کی شادی کے سوال پر ہے، پھر اسے قربانی کیونکر کہا جا سکتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں، درحقیقت شادی کے سوال کو اہم، مذہبی سوال نے بنا دیا تھا اور اسے بادشاہ بھی خوب سمجھتے تھے۔ پس درحقیقت فیصلہ کی بناء ان اثرات پر تھی جو وہ خیالات پیدا کر رہے تھے جو مذہبی جھگڑے کے نتیجہ میں بادشاہ کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ دوم یہ کہ اس شادی کا سوال بھی ایک اصولی سوال تھا۔ پادریوں کو اس شادی پر یہ اعتراض نہ تھا کہ مسز سمپسن کے اخلاق اچھے نہیں۔ اس بارہ میں سب لوگ ان کی تعریف

کرتے ہیں۔ اعتراض کی وجہ یہ تھی کہ یہ عورت طلاق یافتہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسے طلاق کس نے دی تھی؟ کیا انگلستان کے اس قانون نے نہیں جسے پارلیمنٹ پاس کر چکی ہے۔ اگر طلاق بُری شَے ہے تو پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیوں کیا تھا؟ اور اگر بُری نہیں تو بادشاہ کی شادی پر اعتراض کیوں تھا اور کس قانون کے ماتحت تھا؟ یہ امر بارہا واضح ہو چکا ہے کہ سابق بادشاہ قانون کے مطابق شادی کرنے کا پورا اختیار رکھتے تھے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر یہ کہنا کہ بادشاہ نے بادشاہت کو ایک عورت کی خاطر چھوڑ دیا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ مقابلہ تو اُن دو چیزوں کا ہوتا ہے جو ایک وقت میں جمع نہ ہوسکیں۔ جب قانون بادشاہ کو شادی کا پورا اختیار دیتا تھا تو پھر شادی کی خاطر انہوں نے تخت کو کس طرح چھوڑا؟ غرض سوال یہ نہ تھا کہ بادشاہ شادی کریں یا تخت پر رہیں بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور سوال تھا جس کی وجہ سے بادشاہ کو یہ طریق اختیار کرنا پڑا اور وہ سوال یہ تھا کہ ان پر یہ زور ڈالا جاتا تھا کہ اگر ایک مطلقہ عورت سے آپ نے شادی کی تو ملک کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جو لوگ طلاق کے قائل نہیں، وہ اس کی برداشت نہ کر کے حکومت سے الگ ہو جائیں گے۔ اور خصوصاً آئرلینڈ اور کینیڈا کا نام لیا جاتا تھا کہ ان میں کثرت رومن کیتھلکوں کی ہے جو طلاق کو نہیں مانتے اگر ایسی شادی ہوئی تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔ بادشاہ کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ جب ملک نے طلاق کو جائز قرار دے دیا ہے تو بادشاہ اور غیر بادشاہ میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے۔ میں اگر اپنا جائز حق استعمال کرتا ہوں تو کسی کو اس پر ناراضگی کیوں ہو۔ آخر مَیں اپنے اس فعل سے ملک کو کیا نقصان پہنچاتا ہوں۔ وزراء کا جواب یہ تھا کہ شادی کے متعلق آپ کا اختیار ہے مگر ہم آپ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر آپ نے یہ شادی کی تو ملک کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔خود ہمارے ملک میں بھی گو قانونِ طلاق پاس ہو چکا ہے مگر پادری اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ پس ملک میں بھی اور ملک کے باہر بھی فساد ہو جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سابق بادشاہ ایامِ بادشاہت میں یہ شادی کرتے تو ضرور فساد ہو جاتا لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بادشاہ کے خلاف شور کرنے والے لوگ تھوڑے ہوتے اور بادشاہ کی تائید کرنے والے زیادہ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ملک کے مقبول اخبار جو پچاس پچاس لاکھ شائع ہوتے ہیں، سب بادشاہ کے حق میں تھے اور بعض ممبرانِ پارلیمنٹ نے تو پارلیمنٹ میں صاف کہہ دیا تھا کہ اگر بادشاہ نے شادی کی

اور ملک سے رائے لی گئی تو ملک بادشاہ کے حق میں رائے دے گا۔ اور اس وقت بھی جو ملک میں سابق بادشاہ کے خلاف عام ناراضگی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے عورت کی خاطر بادشاہت چھوڑی، بلکہ اکثریت کو یہ ناراضگی ہے کہ کیوں انہوں نے شادی نہ کر لی اور ہم پر اعتبار نہ کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سابق بادشاہ نے پھر کیوں شادی نہ کی اور بادشاہت سے دست بردار ہوگئے۔ یا پھر کیوں تخت چھوڑا اور شادی کا خیال نہ چھوڑا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اگر تخت پر رہتے ہوئے مَیں نے شادی کی تو ملک میں فساد ضرور ہو گا گو اکثریت میرے ساتھ ہو گی لیکن پھر بھی ایک زبردست اقلیت مقابلہ پر کھڑی ہو جائے گی اور اسی طرح بعض نوآبادیاں بھی شورش پر آمادہ ہو جائیں گی۔ بادشاہ نے آخری جدّوجُہد یہ کی کہ وزراء سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں کو ایک مطلقہ عورت کے ملکہ ہونے پر ہی اعتراض ہوسکتا ہے۔ سو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ ایک خاص قانون بنا دیا جائے کہ میری بیوی ملکہ نہ ہو گی لیکن وزارت نے اس سے بھی انکار کیا۔ پس صورتِ حالات یہ پیدا ہوگئی کہ ایک طرف تو اس مشکل کا واحد حل کہ بادشاہ کی بیوی ملکہ نہ ہو، وزارت نے مہیا کرنے سے انکار کر دیا، دوسری طرف بادشاہ دیکھ رہے تھے کہ میرے سامنے دو چیزیں ہیں، ایک طرف ملک نہیں بلکہ ملک کی ایک اقلیت کی خواہش کہ ایک مطلقہ عورت سے شادی نہیں کرنی چاہئے اور دوسری طرف یہ سوال کہ ایک عورت جو مجھ سے شادی کے لئے تیار ہے اور جس سے شادی کا مَیں وعدہ بھی کر چکا ہوں، اُس کو اس وجہ سے چھوڑ دوں کہ چونکہ تُو مطلقہ ہے اس لئے میرے ساتھ شادی کے قابل نہیں۔ ایک طرف ایک اقلیت ہے جسے قانون کوئی حق نہیں دیتا اور دوسری طرف ایک ایسے وجود کو زیرِ الزام لا کر چھوڑنا ہے جسے قانون شادی کا حق بخشتا ہے۔ یقیناً ایسی صورت میں بادشاہ کے لئے ایک ہی راستہ کُھلا تھا کہ وہ اُس کا ساتھ دیتے جس کے ساتھ قانون تھا لیکن چونکہ ایسا کرنے میں ملک میں فساد کا اندیشہ تھا، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اس عورت کی بے عزتی نہیں ہونے دوں گا جس سے میں نے وعدہ کیا ہے اور ملک میں فساد بھی نہیں ہونے دوں گا۔ پس ان دونوں صورتوں کے پیدا کرنے کے لئے میں وہ قدم اُٹھاؤں گا جس کے اُٹھانے کے لئے غالباً بہت سے لوگ تیار نہ ہوں گے۔ یعنی میں بادشاہت سے الگ ہو کر ملک کو فساد سے اور اپنی موعودہ بیوی کو ذلّت سے بچا لوں گا، اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان حالات میں یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ملک کو ایک عورت کی خاطر چھوڑ دیا اگر ملک کی اکثریت کا مطالبہ یہ ہوتا کہ وہ اُس عورت کو چھوڑ دیں یا قانون کا مطالبہ یہ ہوتا کہ وہ اُس عورت کو چھوڑ دیں تو بیشک ہم کہہ سکتے تھے کہ بادشاہ نے ایک عورت کی خاطر ملک کو چھوڑ دیا مگر ملک کی اکثریت بادشاہ کی تائید میں تھی جس کا ثبوت مقبول پریس کی تائید سے اور ان مظاہرات سے ملتا ہے جو اُن دنوں کئے گئے اور قانون بھی ان کی تائید میں تھا کیونکہ قانون نے طلاق کو جائز قرار دے کر مطلقہ عورت کی حیثیت کو سوسائٹی میں قائم کر دیا ہے۔ پس جب ملک اور قانون بادشاہ کی تائید میں تھے تو ثابت ہُوا کہ بادشاہ نے ملک کو عورت کی خاطر نہیں چھوڑا بلکہ ملک کو فساد سے بچانے کے لئے اور قانون کی عزت کے قیام کے لئے اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بادشاہت کو چھوڑا، اور یہ یقیناً ایک قربانی ہے اور اس معاملہ میں ان پر اعتراض کرنے والے پادری یقیناً غلطی پر تھے اور ہیں۔

کیا یہ بات سمجھنی ہمارے لئے مشکل ہے کہ ان پادریوں کی نیت ہرگز درست نہیں ہوسکتی جو اُس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ بادشاہ کے تعلقات خواہ محدود طور پر لیکن آزادانہ طور پر مسز سمپسن سے قائم تھے لیکن جب وہ اُس سے شادی کرنے لگے اور اپنے تعلق کو قانون اور اخلاق کی حدود میں لانے لگے تو ان پادریوں نے شور مچا دیا کہ بادشاہ کا یہ فعل ہم برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ جس عورت کا پہلا خاوند زندہ ہو، وہ ہماری ملکہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ بعض نادانوں نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ بادشاہ چاہیں تو پرائیویٹ تعلقات اس عورت سے رکھ سکتے ہیں لیکن شادی کر کے مطلقہ عورت کو عزت بخشنا ان کے لئے جائز نہیں۔ کیا ایسے لوگوں کی باتوں کو ہم معقول کہہ سکتے ہیں۔

غرض گو پہلے اور اصل جھگڑے میں جو مذہب کے متعلق تھا بادشاہ اور پادری دونوں ہی قانون اور فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے حق پر تھے لیکن مسز سمپسن کی شادی کے سوال میں صرف بادشاہ حق پر تھے اور ان پر اعتراض کرنے والے ملک کی اکثریت اور ملک کے قانون کے خلاف چل رہے تھے۔ اگر سابق بادشاہ، بادشاہ رہتے ہوئے یہ شادی کر لیتے تو قانون یقیناً ان کی طرف ہوتا، ملک کی اکثریت یقیناً ان کی طرف ہوتی لیکن فساد ضرور ہوتا اور اسی سے بچنے کے لئے انہوں نے تخت کو چھوڑ دیا۔

ہمارے لئے تو یہ سوال ایک اور طرح بھی اہم ہے اور وہی اس وقت میرے مضمون لکھنے کا موجب ہوا ہے اور وہ یہ کہ اس واقعہ سے ہمارے آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور آپ پر لگائے جانے والے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض دُور ہوا ہے۔ پیشگوئی تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عیسائیت آپ ہی آپ پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ (مسلم کتاب الفتن باب فی فتح قسطنطنیۃ وخروج الدجال ونزول عیسی ابن مریم) اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا کہ مسیحیت کی نمائندہ حکومت میں یعنی دنیا کی اس واحد حکومت میں جس کے بادشاہ کو محافظِ عیسائیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ایسے تغیرات پیدا ہو رہے ہیں کہ اس کے ایک نہایت مقبول بادشاہ نے مسیحیت کی بعض رسوم ادا کرنے سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ وہ ان میں یقین نہیں رکھتا۔ اور اعتراض جس کا ازالہ ہوا ہے یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے طلاق کو جائز قرار دیا اور مطلقہ عورتوں سے شادی کی کیونکہ دنیا نے دیکھ لیا کہ طلاق کی ضرورت اب اس شدت سے تسلیم کی جاتی ہے اور مطلقہ عورت کی عزت کو جبکہ وہ اخلاقی الزام سے متہم نہ ہو اس صفائی سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے اپنی بادشاہت تک کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

ایک برطانوی مسلمان کا دل اُس وقت کس طرح خوشی سے اُچھل رہا تھا جبکہ وہ گزشتہ واقعات کو پڑھتے ہوئے یہ دیکھتا تھا کہ عیسائیت کے خلاف وہی نہیں بلکہ اُس کا بادشاہ بھی لڑ رہا ہے اور اسلام کے کینہ دشمن کے اعتراض کو وہی دور نہیں کر رہا بلکہ اس کا مسیحی کہلانے والا بادشاہ بھی اس اعتراض کی لغویت ثابت کرنے کے لئے اپنے تخت کو چھوڑنے کو تیار ہے۔

پادری سمجھتے ہیں کہ وہ اِس جنگ میں کامیاب رہے ہیں لیکن ایڈورڈ کی قربانی ضائع نہیں جائے گی کیونکہ وہ پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی۔ یہ بیج بڑھے گا اور ایک دن آئے گا کہ انگلستان نہ صرف اسلامی تعلیم کے مطابق طلاق کو جائز قرار دے گا بلکہ دوسرے مسائل کے متعلق بھی وہ اسلامی تعلیم کے مطابق قانون جاری کرنے پر مجبور ہو گا۔ بادشاہ آخر کیا ہوتا ہے؟ ملک اور قوم کا خادم اور خادم اپنے آقا کے لئے جان دیا ہی کرتے ہیں۔ ایڈورڈ نے اپنی قربانی دے کر آئندہ عمارت کی پہلی اینٹ مہیا کی ہے۔ اس کے بعد دوسری اینٹیں آئیں گی اور ایک نئی عمارت تیار ہو گی جس پر انگلستان بجا طور پر فخر کر سکے گا۔

خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ شاہ ایڈورڈ کے آخری ایّامِ حکومت میں ان کے خیالات کی رَو کس طرف کو جارہی تھی لیکن جو کچھ واقعات سے سمجھا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ خیال کرتے تھے کہ مجھے اپنے ملک کے مذہب سے پوری طرح یا جزوی طور پر اختلاف ہے۔ بعض بڑے پادریوں کو مجھ سے شدید اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ جب وہ ایک ایسے امر سے مجھے روک رہے ہیں جس کی قانون اجازت دیتا ہے تو کل وہ مجھ سے اور کیا کچھ مطالبہ نہ کریں گے۔ اس وقت ملک میرے ساتھ ہے ممکن ہے کل کوئی ایسا سوال پیدا ہو کہ ملک بھی میرے خلاف ہو پھر ان حالات میں کیوں ملک کی اقلیت کی خاطر میں اپنے وعدہ کو ترک کروں اور ایک عورت کو دنیا بھر میں اس الزام سے مطعون کروں کہ دیکھو! یہ وہ عورت ہے جس سے ایڈورڈ نے اس وجہ سے شادی نہ کی کہ وہ مطلقہ تھی۔ پس کیوں نہ میں اِس جھگڑے کا آج ہی خاتمہ کر دوں اور ملک کو آئندہ فسادات سے بچا لوں اِس کے برخلاف وہ پادری جو سابق بادشاہ کی مخالفت کر رہے تھے، ان کے خیالات کی رَو یہ معلوم ہوتی ہے کہ بادشاہ مذہبِ عیسویت سے متنفّر معلوم ہوتا ہے۔ آج موقع ہے آئرلینڈ اور کینیڈا کیتھولک مذہب کے زور کی وجہ سے مسئلہ طلاق میں تعصّب رکھتے ہیں۔ اگر اس وجہ سے ہم بادشاہ کا مقابلہ کریں تو جن دو نتائج کے نکلنے کا امکان ہے، دونوں ہمارے حق میں مفید ہوں گے۔ اگر بادشاہ دب گئے تو آئندہ کو ہمارا رُعب قائم ہو جائے گا اور اگر بادشاہ تخت سے الگ ہو گئے تو ہمارے راستہ سے ایک روک دور ہو جائے گی۔

خیالات کی ان دونوں رَوؤں کا مقابلہ کرلو اور پھر سوچ لو کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ ’’آہ! (ایڈورڈ ہشتم پر) کس قدر افسوس ہے۔ آہ! کس قدر افسوس ہے۔‘‘ یا یہ کہنا درست ہے کہ ان پادریوں پر جنہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ایک خادمِ قوم اور مخلص بادشاہ کو باوجود اِس کے کہ قانون اُس کے حق میں تھا تخت سے علیحدہ ہونا پڑا، افسوس ہے، آہ! کس قدر افسوس ہے۔

خلاصہ یہ کہ بادشاہ کے ساتھ بعض لوگوں کا (انگلستان کا نہیں) جھگڑا وہ نہیں تھا جو بعض ناواقف لوگ سمجھتے ہیں بلکہ مذہب اور قانون کے احترام کا جھگڑا تھا۔ بادشاہ اپنے منفرد مذہب پر اصرار کرتے تھے اور پادری قومی مذہب پر۔ (حالانکہ قومی مذہب مذہب نہیں سیاست ہے جبکہ اس کا اثر اصولی مسائل پر بھی پڑتا ہو) اور بادشاہ قانون کا احترام کرتے ہوئے قانون پر عمل کرنے کو تیار تھے لیکن ان کے مخالفوں کا یہ اصرار تھا کہ یہ قانون دکھاوے کے لئے ہے، عمل کرنے کے لئے نہیں۔ قانون طلاق کی اجازت دیتا ہے مگر مذہب نہیں۔ بادشاہ چونکہ مسیحیت کے کُلّی طور پر یا جزوی طور پر قائل نہ رہے تھے انہوں نے قانون پر زور دیا جو اُن کی ضمیر کی آواز کی تصدیق کرتا تھا اور آخر ملک کو فساد سے بچانے کے لئے تخت سے دست برداری دے دی۔

بعض احباب جو ایک حد تک واقعات کی تہہ کو پہنچے ہیں، ان حالات کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ زندہ باد ایڈورڈ۔ یہ بھی درست ہو گا۔ مگر میں تو ان حالات کے محرکات کو دیکھتے ہوئے یہی کہتا ہوں۔

محمدؐ زندہ باد! زندہ باد محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

خاکسار

مرزا محمود احمد

20 دسمبر 1936ء

(الفضل 22 دسمبر 1936ء)

مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن

## تاریخ احمدیت کا ایک ورق

# 23 مارچ 1989ء کے تاریخی دن کی مصروفیات کی ایمان افروز یادیں

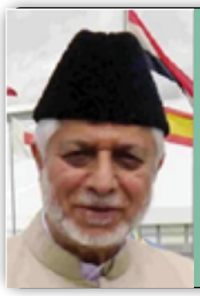

لندن کے احباب جماعت کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انہوں نے 23 مارچ 1989ء کا بابرکات اور تاریخی دن اپنے محبوب امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قدموں میں گذارا اور حضور کی بابرکت موجودگی کی وجہ سے صد سالہ جشن تشکر کی تقریبات کو اپنے پورے عروج پر دیکھنے کی سعادت پائی۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

اس دن کی ابتداء کیسے ہوئی اور دن اختتام کو کیسے پہنچا؟ یہ ایک لمبی تفصیل ہے۔مصروفیات کی بھی بھرمار تھی اور اس سے بھی بہت بڑھ کر قلبی جذبات اور کیفیات کی۔مصروفیات اور تقریبات کا محور اور مرکز حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تھی۔ وہ اس حمد اور عزم کے ترانے گانے والی بارات کے دولہا تھے۔ اِس مختصر مضمون میں حضور ہی کی مصروفیات کا کچھ تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

حضورِ انور کے ہر روز کا آغاز تہجد سے ہوتا ہے۔ دوسری صدی کے آغاز پر اس تہجد کی کیفیت کیا ہوگی یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے تو یہ دیکھا کہ احبابِ جماعت مسجد فضل لندن میں اجتماعی نمازِ تہجد کے لئے اس کثرت سے دُور دراز سے تشریف لائے کہ پہلے کبھی یہ نظارہ نہ دیکھا تھا۔ اجتماعی نمازِ تہجد پڑھانے کی توفیق خاکسار کو ملی۔ بعد ازاں جب حضورِ انور نمازِ فجر کی امامت کے لئے تشریف لائے تو آپ کے چہرہ پر ایک ناقابلِ بیان نُور اور روشنی تھی۔ گویا نئی صدی میں ہونے والی خدائی تجلّیات اور اس روز کی نمازِ تہجد کی خصوصی دعاؤں کا ایک ہلکا سا عکس چہرہ مبارک کو منور کئے ہوئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ سب سے پہلے مصافحہ کرنے اور دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرنے کی سعادت اِس عاجز کو ملی اور پھر ان مبارکبادوں کا سلسلہ تو سارا دِن اس طرح جاری وساری رہا کہ گویا یہ دن مبارکبادوں کے لئے ہی بنایا گیا تھا۔

نمازِ فجر کی تلاوت میں ایک خاص کیفیت تھی جو دلوں کو پگھلانے والی تھی۔شکر کے جذبات آنکھوں سے اُبل اُبل کر بہہ رہے تھے۔ ہر دل سجدہ ریز تھا اور اللہ تعالیٰ کے دَر پر جُھکا ہوا مناجات میں مصروف! حضور نماز سے فارغ ہوئے تو دوسری صدی کے سب سے پہلے نکاح کا اعلان فرمایا۔ یہ ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم کی بچی تیرہ کا عبدالوحید خان صاحب سے تھا۔حضور نے اسے صدی کا پہلا نکاح قرار دیتے ہوئے اس نکاح کے لئے بھی اور اس نئی صدی میں ہونے والے سب نکاحوں کے لئے اکٹھے ہی دعا کروا دی۔ گویا اس دعا میں صدی بھر میں ہونے والے نکاحوں کو شامل کرلیا گیا۔

حضورِ انور کا صد سالہ جشن کے متعلق خصوصی پیغام تو چند روز قبل جاری ہوچکا تھا اور ایک وسیع پریس کانفرنس بھی پریس سنٹر میں ہوچکی تھی۔ 23مارچ کے دن کی پہلی اجتماعی تقریب لوائے احمدیت کے لہرانے اور تقریبات کے آغاز کی تھی۔ گیارہ بجے مسجد فضل کے عین سامنے یہ تقریب منعقد ہوئی۔ مسجد فضل اور مشن ہاؤس کو خوبصورت قمقموں اور رنگ برنگی جھنڈیوں سے دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ احباب کی آمد صبح سے شروع تھی۔ حضور کے تشریف لانے پر وہاں گویا تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ حضور کے پیچھے جماعتِ احمدیہ برطانیہ کے عہدیداران، مرکزی نمائندگان، مبلغینِ کرام اور کارکنان کھڑے تھے۔ دائیں طرف اطفال اور ان کے پیچھے احباب، بائیں طرف ناصرات اور ان کے پیچھے مستورات، درمیان میں خوبصورت فوارہ کے دائیں بائیں لوائے احمدیت اور یونین جیک کے پول تھے۔حضور تشریف لائے تو نعروں کا سیلاب اُمڈ آیا۔حضور کا چہرہ تمتما رہا تھا۔حضور نے لوائے احمدیت لہرایا۔ ناصرات نے ترانہ پیش کیا۔ پھر یونین جیک لہرایا تو اطفال نے ترانہ پڑھا۔ اس کے بعد حضورِ انور نے دعا کروائی۔ یہ سادہ پُر وقار اور جذباتی تقریب اس وقت اپنے عروج کو پہنچ گئی جب حضور نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے۔ بہت پُرسوز دعا ہوئی اور حضور نے سب کو مبارکباد دی۔ واقعی یہ دن عید سے کسی طرح کم نہ تھا۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ایک مصروف ترین دن تھا لیکن ان ساری مصروفیات کا احاطہ کرنا اور ان کو تحریر میں لانا کسی فرد واحد کا کام نہیں۔ باقی دنوں سے بہت زیادہ ملاقاتیں، ڈاک کی کثرت، ساری دنیا سے رابطے، فون اور پیغامات کی ترسیل اور نہ معلوم کیا کیا مصروفیات تھیں جن میں یہ دن بسر ہوا۔ ہر طرف گہماگہمی اور چہل پہل نظر آتی تھی۔ مشن کے احاطہ میں احبابِ جماعت مسرت وشادمانی سے منڈلا رہے تھے۔ محمود ہال میں نمائش لگی ہوئی تھی جو زائرین کی توجہ کا مرکز تھی۔

نمازِ ظہر کے بعد جماعتِ احمدیہ لندن نے جوبلی کے سلسلہ میں جلسہ یومِ مسیح موعود علیہ السلام کا انعقاد کیا۔ جلسہ گاہ سامعین سے بھری ہوئی تھی۔ جلسہ کی صدارت پُرانے احمدی واقفِ زندگی انگریز مربی سلسلہ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب نے کی۔ اس جلسہ میں مکرم منصور ساقی صاحب، مکرم بشیر احمد صاحب رفیق اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ یہ ایک یادگار جلسہ تھا۔

نمازِ عصر کے بعد شام کی تقریب کی تیاری ہونے لگی۔ یہ اہم ترین تقریب لندن شہر کے ایک مشہور ترین ہوٹل GROSVENOR میں منعقد ہوئی جس میں غالباً حضرت مصلح موعود کے ساتھ بھی ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی تھی۔

یہ شام کے ڈنر کی تقریب تھی۔ ہال بہت قرینہ سے سجایا گیا۔ ملک کے عمائدین جن میں ہاؤس آف لارڈز کے ممبران، ممبران پارلیمنٹ، وزراء، سفراء، میئرز، کونسلرز اور بے شمار معززین شامل تھے اس تقریب کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔حضورِ انور نے ان سب کا استقبال کیا۔ کھانے سے فارغ ہونے پر تقاریر ہوئیں۔تلاوت کے بعد ابتدائی استقبالیہ تقریر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت برطانیہ نے کی جس کے بعد لارڈ AVEBURY نے بہت عمدہ تقریر کی۔ اس کے بعد پٹنی کے ممبر پارلیمنٹ DAVID MELLOR نے تقریر کی۔ ان خطابات کے بعد حضورِ انور نے نصف گھنٹہ کا نہایت برجستہ اور زوردار خطاب فرمایا جو انتہائی موثر تھا۔ سامعین کے دلوں پر ایسا اثر تھا کہ میں نے متعدد احباب کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑیاں دیکھیں اور یہ وہ لوگ تھے جو ابھی اسلام کے نُور سے منور نہ ہوئے تھے۔ لیکن ان لوگوں پر دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور دلوں کی گہرائیوں میں اُتر جاتے والے اس درد بھرے خطاب کا اثر بہت واضح تھا۔ خدائی تصرف اور تائید ونصرت کا ایک جلوہ تھا جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ بعد میں ایک معزز شخصیت نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے کلمۂ حق اس جرأت اور دلیری سے عمائدین کی موجودگی میں اس وضاحت سے بیان کیا ہو۔ اس خطاب میں اگرچہ بعض اقوام کے کردار کے بعض حصوں پر تنقید بھی تھی لیکن ادب کے تقاضوں

کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری صراحت کے ساتھ سچی بات برسرعام کہنے کی جرأت اور عظمت کو لوگوں نے بہت سراہا اور دل کھول کر داد دی۔ سٹیج پر میرے ایک طرف برطانوی وزیر بیٹھے تھے اور دوسری طرف ایک ملک کے سفیر۔ ان دونوں کی کیفیت سارے سامعین کی کیفیت سے مختلف نہ تھی۔ وزیر موصوف نے آخر میں شکریہ ادا کرتے وقت اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔

23 مارچ کی اس شاندار تقریب کو حضورِ انور کے اس جلالی اور تاریخی خطاب نے اپنے عروج پر پہنچا دیا۔ صدی کے آغاز پر ہونے والا یہ زوردار خطاب بار بار سُننے اور سنانے والا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ پر اثر خطاب حضورِ انور کی زبان مبارک سے اس سے پہلے نہ سنا تھا۔

اس تقریب کے ساتھ یہ دن تو اپنے اختتام کو پہنچا۔ اگلے روز 24 مارچ کو نمازِ جمعہ کا موقع بھی ایک یادگار اجتماع تھا۔ یہ جمعہ اسلام آباد (برطانیہ) میں ادا کیا گیا۔ برطانیہ کی اطراف سے بلکہ بعض غیر ممالک سے بھی احمدی اُمڈے آئے تھے۔ اسلام آباد میں ہر طرف رونق، چہل پہل اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خطبہ جمعہ حضور انور نے ارشاد فرمایا۔ جرمنی اور ماریشس کی احمدی جماعتوں نے بھی سیٹلائٹ کے ذریعہ اسی وقت یہ خطبہ سن لیا۔ یہ بھی اس نئی صدی کی ایک اضافی خوشی تھی جو نئی منزلوں کی نشان دہی کر رہی تھی۔ نمازوں میں سوز و گداز کی کیفیت بھی نا قابل فراموش تھی۔

عصر کے بعد اسلام آباد کے کُھلے میدان میں ایک پُرشکوہ تقریب منعقد ہوئی۔ وسیع میدان اپنی وسعت کے باوجود بھرا ہوا تھا۔ حضورِ انور رہائش گاہ سے باہر تشریف لائے۔ سب سے پہلے برطانوی نژاد احمدی احباب کے ساتھ ایک گروپ فوٹو ہوا جس میں اس موقعہ پر موجود قریباً بیس (20) انگریز احمدیوں نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں حضور نے جوبلی کی مناسبت سے اس عاجز کی درخواست پر اخروٹ کا ایک درخت اسلام آباد میں لگایا۔ پھر حضور احباب کے درمیان تشریف لائے اور ایک بلند سٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ گلے میں خوبصورت ہار تھے۔ چہرہ خوشی سے روشن تر ہوگیا تھا۔ ہاتھ ہلاہلا کر حضور احباب کے پر جوش نعروں کا جواب دے رہے تھے۔ اطفال اور ناصرات نے مارچ پاسٹ کیا حضور نے اس کا معائنہ فرمایا۔ پھر حضور تھوڑی دیر کے لئے مستورات اور ناصرات کے حصہ میں گئے۔ اطفال اور ناصرات نے خوبصورت جھنڈے اُٹھائے ہوئے تھے اور حمد و ثناء کے ترانے گائے جا رہے تھے۔ جس ترانہ نے اس تقریب کو چار چاند لگا دئے وہ حضور انور کا اپنا لکھا ہوا ترانہ احمدیت تھا۔ اگرچہ سالہاسال پہلے کا کہا ہوا تھا لیکن اس موقع پر ایسا فٹ بیٹھا کہ یوں لگتا تھا کہ خاص اس موقع کیلئے موزوں کیا گیا ہے۔ قادیان کے نوجوانوں نے اپنے خوبصورت الحان کے ساتھ اس ترانہ کو ایسے انداز میں پڑھا کہ ہر سننے والا دل وزبان کے ساتھ اس میں شامل ہوجاتا تھا۔ خود حضور نے یہ ترانہ ساتھ ساتھ دُہرایا اور احباب بھی ساتھ شامل ہوگئے اور سارا ماحول حمد و ثناء سے معطر ہوگیا۔ ایک ایسا نظارہ تھا، ایسی وجد آفریں کیفیت تھی جس کا نقشہ کھینچنا میرے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اس موقع پر موجود ہونے کی سعادت دی اور اس کا یہ مختصر تذکرہ احباب جماعت اور تاریخ احمدیت کے لئے رقم کرنے کی بھی توفیق دی۔

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ مارچ 1990ء)

رپورٹ: عبدالنور۔ نمائندہ الفضل آن لائن آئیوری کوسٹ

# نیشنل یوم وقارِ عمل، جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کو مکرم امیر و مشنری انچارج صاحب کی زیر صدارت نیشنل عاملہ میٹنگ میں کئے گئے فیصلے کے تحت مورخہ 28 اگست 2022ء بروز اتوار ملک بھر کی مختلف جماعتوں میں یوم وقار عمل منانے کی توفیق ملی۔ تمام ریجنز کے مبلغین کرام نے اپنے اپنے ریجنز کی سب جماعتوں میں قبل از وقت ہی وقار عمل کے سلسلہ میں اطلاع و انتظامات کروا دیے جس کے تحت مقررہ دن ملک کی اکثر جماعتوں میں وقار عمل کا اہتمام کا گیا۔ کئی ایک جگہوں پر اس دن کا باقاعدہ آغاز باجماعت نماز تہجد کے ساتھ کیا گیا اور بعد ازاں نماز فجر ادا کی گئی جس کے بعد درس ہوا اور پھر وقار عمل کا آغاز کیا گیا۔

ملک بھر کے 19 ریجنز کے مبلغین کرام کی قیادت میں احباب کرام نے بھر پور حصہ لیا جس کے تحت جماعتی مساجد، نماز سنٹرز، مشن ہاؤسز، جماعتی زمین کی صفائی نیز گزر گاہوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ وہاں لگی جھاڑیوں کو صاف کرنے کا کام بھی کیا گیا۔ موصولہ رپورٹ کے مطابق ملک کے تمام ریجنز کی تقریباً 90 جماعتوں میں مختلف مقامات پر ان وقار عمل کا انعقاد کیا گیا جہاں فی وقار عمل کم از کم تقریباً 2 گھنٹے سے زائد ٹائم دیا گیا۔ کئی ایک مقامات پر غیر از جماعت احباب نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ بعد از وقار عمل متعدد مقامات پر کلوجمیعًا کا بھی اہتمام تھا جس کے تحت احباب جماعت کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ بعد از دعا وقار عمل کا اختتام ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت آئیوری کوسٹ کی مساعی کو بپایہ قبولیت جگہ عطا کرے نیز احباب جماعت کو آئندہ بھی مزید جوش و جذبہ کے ساتھ جماعتی کاموں کو کرنے کی توفیق عطا کرتا جائے۔ آمین

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

# آؤ! اُردو سیکھیں

## سبق نمبر 62

## باب حروف

آج سے ہم ایک نئے باب کا آغاز کر رہے ہیں اور کوشش کریں گے کہ غیر ضروری تفصیل اور اصلاحات سے گریز کرتے ہوئے زبان سیکھنے کے اس سفر کو آسان اور دلچسپ بنائے رکھیں تا کہ قارئین دلچسپی نہ کھو دیں۔ اردو گرامر کی مختلف مستند کتابوں میں اس باب کے مطالعہ کے بعد تو ایسا محسوس ہوا کہ یہ باب زیادہ دلچسپ نہیں ہے اور اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جانا چاہیئے مگر اس کی افادیت کے پیش نظر اسے مختصر اور سادہ انداز میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُردو زبان میں حروف وہ الفاظ ہیں جو زمانہ tense یا فاعل کی جنس Gender اور تعداد Number وغیرہ بدلنے سے اپنی حالت نہیں بدلتے، جیسے کو، تک، جب وغیرہ۔ اس لئے انہیں مستقل یعنی Constant الفاظ کہا جاتا ہے۔ جیسے اس بندے کو یہ پیغام دے دو۔ اس خاتون کو یہ پیغام دے دو۔ سیلاب کا پانی اس شہر یا ان شہروں تک پہنچ گیا۔ سیلاب کا پانی اس بستی یا ان بستیوں تک پہنچ گیا۔ ان مثالوں میں آپ نے دیکھا کہ مستقل حروف پر زمانے، جنس، اور تعداد کی تبدیلی کا اثر نہیں ہوا۔

حروف کی چار اقسام ہیں: ربط، عطف، تخصیص، فجائیہ

**حروف ربط:** یہ ایسے حروف ہیں جو دو الفاظ میں موجود تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ حروف ہیں: کا، کی، کے، نے، کو، سے، میں، تک، پر۔ یہ حروف ربط مختلف کردار ادا کرتے ہیں جیسے یہ تین حروف کا، کی، کے کسی شے کی ملکیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا بچہ۔ اس کی کتاب۔ ان کے اعمال وغیرہ۔ جب کہ نے کسی کی حالت فاعلی یعنی Subjective sate کو ظاہر کرتا ہے جیسے زید نے مارا۔ بکر نے کھایا۔ لڑکوں نے وقار عمل کیا۔ انصار نے مدد کی وغیرہ۔ پھر تیسری قسم کے الفاظ ہیں کو، سے، میں، تک، پر جو کسی کی مفعولی حالت Objective state، اور انتقالی حالت Transferring state کو ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ ایک شے یا انسان پر کام ہو رہا ہے یا اس پر فلاں چیز اثر انداز ہو رہی ہے۔ جیسے زید نے بکر کو مارا۔ استاد نے طلبا کو انعامات دیے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے الفاظ ہیں جو حروف ربط کا کام دیتے ہیں۔ جیسے پاس، تلے، پیچھے، آگے، بن، بیچ، سمیت، اوپر، نیچے، باہر، لئے، ساتھ، سامنے، مارے۔

مثالیں: میرے پاس کچھ نقدی Cash ہے۔ ہمارے گھر کے پاس ایک مسجد ہے۔ وہ تھک کر ایک درخت تلے (کے سائے میں) بیٹھ گیا۔ چراغ تلے اندھیرا۔ ایک محاورہ ہے اس سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو روشنی، علم، یا اسباب و ذرائع کے بہت قریب ہونے کے باوجود ان سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔ نادان، جاہل، پوشیدہ جہالت۔ اس محاورے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چراغ کا اپنا حجم چراغ کی روشنی کو روک کر اس کے انتہائی قریب کے علاقے کو تاریک رکھتا ہے یعنی بعض اوقات عالم فاضل لوگوں کی اپنی اولاد ان کی بے پناہ مصروفیت کے باعث نظر انداز ہو جاتی ہے اور علم حاصل نہیں کرتی۔

مارے: اس کے معنی ہیں سبب سے، وجہ سے یا کسی چیز کا شکار ہونا اور اکثر اس کے ساتھ ''کے'' آتا ہے: شرم کے مارے، دھوپ کے مارے، ڈر کے مارے مصیبت کا مارا، مصیبت کے مارے، بھوک کے مارے۔

مثالیں: بھوک کے مارے میرا برا حال ہوگیا۔ ابا نے ڈانٹ دیا تو شرم کے مارے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکلا۔ میں نے ایک فقیر دیکھا جانے وہ مصیبت کا مارا کہاں سے آیا تھا۔

اسی طرح بعض فارسی و عربی کے الفاظ بھی حروف ربط کا کام دیتے ہیں۔ جیسے بغیر، اندر، نزدیک، باعث، واسطے، سبب، سوا، طرح، نسبت، بجا، بجز، موجب، پیش، پس، قبل، گرد، درمیان۔

بعض حروف ربط دو دو مل کر ایک حرف کا کام دیتے ہیں اس کی وجہ تفصیل سے ایک صورت حال کو بیان کرنا ہے یعنی دو مختلف واقعات کو باہم جوڑ کر تسلسل میں بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے وہ چھت پر سے گر پڑا۔ سانپ نالی میں سے نکل گیا۔ یعنی سانپ پہلے نالی میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے ہوتے ہوئے باہر نکل گیا۔ چینی اس ڈبے میں سے لے لو۔ چور دیوار پر سے کود گیا۔

### حروف عطف

دو لفظوں یا جملوں کو ایک حالت میں ملانے کے لئے جو حروف استعمال ہوتے ہیں انہیں حروف عطف کہا جاتا ہے۔ حروف عطف یہ ہیں: اور، کہ، یا، کر، و، نیز، بھی، پھر۔

**حروف عطف کی اقسام:** وصل، تردید، استدراک، استثنا، شرط، علت، بیانیہ

**وصل:** Synthesis

وصل یعنی ایک ہی تسلسل اور مضمون میں بیان ہونے والے الگ الگ جملوں کو باہم ملانے کے لئے اور، و، کہ، کیا استعمال ہوتے ہیں۔ مثالیں: وہاں امیر اور غریب سب تھے۔ ڈاکیا (پوسٹ مین) آیا اور خط دے کر چلا گیا۔ کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہیں۔ سائنس کا کہنا ہے کہ اشیاء کا وزن کشش ثقل کے باعث ہے۔

**تردید:** Synthesis of denial and choices

یعنی ایسے حروف جو کسی بات کے انکار میں کہے گئے یا تحریر کئے گئے جملوں کو باہم ملاتے ہیں۔ یہ حروف ایسے جملوں کو باہم ملاتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ یعنی دو میں سے ایک کا انتخاب دوسرے کی نفی کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ حروف ایسے جملوں کو بھی ملاتے ہیں جو مسلسل انکار ہی کر رہے ہوتے ہیں یعنی دو یا دو سے زیادہ جملوں میں سے تمام جملے کسی کام کا نہ ہونا ہی بیان کرتے ہیں۔ حروف: نہ۔۔۔ نہ، خواہ، چاہے، یا۔۔ یا، نہ وہ آیا نہ تم آئے۔ مثالیں: نہ تم ہی بدلے نہ تمھارے حالات بدلے۔ خواہ انسان لاکھ کوشش کرے زندگی کے مسائل کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ چاہے رہو چاہے چلے جاؤ تمھاری مرضی۔ انسان ایک ہی کام کرسکتا ہے یا دین کو دنیا پر فوقیت دے لے یا پھر دنیاداروں میں شامل ہو جائے۔

استدراک Redress/ Comprehension/ Critical : explanation

**حروف استدراک:** پر، لیکن، بلکہ

But,However,Although,Nevertheless,yet:

یہ حروف جملوں میں پائی جانے والی مشکلات، مسائل اور اجنبیت کو دور کرتے ہیں۔ جملوں میں موجود شک وشبہ کو دور کرتے ہیں۔ یعنی جملے کے پہلے حصے میں مسئلہ بیان کیا جاتا ہے پھر یہ حروف: پر، لیکن، بلکہ وغیرہ آتے ہیں اور پھر اس مسئلہ کا حل یا وضاحت کی جاتی ہے۔ مثالیں: آپ کی بات درست ہے پر وہ نہیں مانتے۔ میں نے بہت وضاحتیں کیں لیکن انھوں نے ایک نہ مانی۔ ہمارے گھر میں ایک نہیں دو درخت ہیں۔

## حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہوگی کہ چالیس برس سے پہلے اکثر انسان پر ظلمت کا زمانہ غالب رہتا ہے کیونکہ سات آٹھ برس تو طفولیت میں ہی بسر ہوتے ہیں پھر پچیس چھبیس برس تک علمی تحصیلوں میں مشغول رہتا ہے یا لہو و لعب میں ضائع کرتا ہے اور پھر اس زمانہ کے بعد بباعث شادی ہونے اور بیوی بچہ ہو جانے کے یا یوں ہی طبعاً دنیا کی خواہشیں اس پر غلبہ کرتی ہیں اور دنیاوی مالوں اور عزتوں کے لئے طرح طرح کی خواہشیں اور امنگیں پیدا ہوتی ہیں اور لذتوں کے پورا کرنے کے لئے خیال افراط تک پہنچ جاتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع بھی کرے تو دنیا کی آرزوئیں کسی قدر ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر دعا بھی کرے تو غالباً دنیا کے لئے بہت کرتا ہے اور اگر رووے بھی تو غالباً کچھ دنیا کے اغراض اس میں ملے ہوتے ہیں۔ معاد کے دن پر بہت کمزور ایمان ہوتا ہے اور اگر ہو بھی تو مرنے میں ابھی لمبا عرصہ معلوم ہوتا ہے اور جس طرح کسی نہر کا بند ٹوٹ کر ارد گرد کی زمین کو تباہ کرتا چلا جاتا ہے اسی طرح نفسانی جذبات کا سیلاب نہایت خطرہ میں زندگی کو ڈال دیتا ہے۔ اس حالت میں وہ معاد کے باریک باریک امور کا کب قائل ہوسکتا ہے بلکہ دینیات پر ہنستا اور ٹھٹھا کرتا ہے اور اپنی خشک منطق اور بیہودہ فلسفہ کو دکھلاتا ہے۔ ہاں اگر نیک فطرت ہو تو خدا کو بھی مانتا ہے مگر دل کے صدق اور وفا سے نہیں مانتا بلکہ صرف اپنی کامیابیوں کی شرط سے۔ اگر دنیا کی مرادیں مل گئیں تو خدا کا ورنہ شیطان کا۔ غرض اس جوانی کی عمر میں بہت نازک حال ہوتا ہے اور اگر خدا کی عنایت دستگیری نہ کرے تو جہنم کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ سچ تو یہ کہ یہی عمر تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اسی عمر میں انسان اکثر بدنی بیماریاں اور قابل شرم روگ خرید لیتا ہے۔ اسی کچی عمر کی غلطیوں سے کبھی سچے اور غیر متغیر خدا سے منہ پھیر لیتا ہے۔ غرض یہ وہ زمانہ ہے جس میں خدا کا خوف کم اور شہوت طالب اور نفس غالب ہوتا ہے اور کسی ناصح کی نہیں سنتا۔ اسی زمانہ کی خطاؤں کا خمیازہ ساری عمر بھگتنا پڑتا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 321-322)

## اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

**پوشیدہ:** مخفی، پنہاں، لا علم ہونا۔ جیسے مجھ سے یہ بات پوشیدہ رہی۔ یعنی میرے علم میں نہیں آئی یا آنے نہیں دی گئی۔

**ظلمت کا زمانہ غالب ہونا:** تاریکی، اندھیرا (نور کی

بقیہ صفحہ 6 پر

فراز یاسین ربانی۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

# استغفار اور گناہوں سے راہِ فرار

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۴﴾

(الزمر: 54)

تو کہہ دے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

احادیث رسول ﷺ سے بھی استغفار کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمہ وقت استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے وقت اس کے نکلنے کے لئے راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور اسے اس راہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکے۔

(ابوداؤد کتاب الوتر باب فی الاستغفار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ بخدا میں اللہ تعالیٰ سے دن میں 70 مرتبہ سے بھی زیادہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللیلۃ)

ابو بردہ بن ابی موسیٰؓ اپنے والد ابوموسیٰؓ کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کو دو امانتیں دینے کے بارہ میں وحی نازل کی جو یہ ہیں۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡہِمۡ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمۡ وَہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ (الانفال: 34) یعنی اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک تو ان میں موجود ہو اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔ پس جب میں ان سے الگ ہوا تو میں نے ان میں قیامت تک کے لئے استغفار چھوڑا۔

(جامع ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ تفسیر سورۃ الانفال)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگے اور بخشش کی امید رکھے گا میں تجھے بخش دوں گا۔ تجھ میں جو بھی گناہ ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں لَوۡبَلَغَتۡ ذُنُوۡبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش مانگے میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر تو اس حال میں مجھے ملے کہ ساری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہو تو میں بھی اُتنی ہی بڑی مغفرت کے ساتھ تیرے پاس آوں گا۔

(سنن ترمذی باب فضل التوبۃ الاستغفار)

- حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا یہ مذہب ہے کہ خدا اپنے ارادوں کو بدلا نہیں سکتا اور وعید یعنی عذاب کی پیش گوئی کو ٹال نہیں سکتا۔ مگر ہمارا یہ مذہب ہے کہ وہ ٹال سکتا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہے گا اور ہم ایسے خدا پر ایمان ہی نہیں لاتے کہ جو بلا کو توبہ اور استغفار سے رد نہ کر سکے اور تضرع کرنے والوں کے لئے اپنے ارادوں کو بدل نہ سکے وہ ہمیشہ بدلتا رہے گا یہاں تک کہ پہلی آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کی صرف پندرہ دن کی عمر رہ گئی تھی خدا نے اُس کی تضرع اور گریہ وزاری سے بجائے پندرہ دن کے پندرہ سال کر دیئے یہی ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک خوفناک پیش گوئی ہوتی ہے اور دُعا سے ٹل جاتی ہے۔ پس اگر ان لوگوں کا فرضی خدا ان باتوں پر قادر نہیں تو ہم اُس کو نہیں مانتے۔ ہم اُس خدا کو مانتے ہیں جس کی صفت قرآن شریف میں یہ لکھی ہے کہ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ اور وعید یعنی عذاب کی پیش گوئی ٹلنے کے بارہ میں تمام نبی متفق ہیں۔ رہی وعدہ کی پیش گوئی جس کی نسبت یہ حکم ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 571)

- ’’دُنیا کی تمام قومیں اس بات پر اتفاق رکھتی ہیں کہ آنے والی بلائیں خواہ وہ پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کی جائیں اور خواہ صرف خدا تعالیٰ کے ارادہ میں مخفی ہوں وہ صدقہ خیرات اور توبہ استغفار سے ٹل سکتی ہیں تبھی تو لوگ مصیبت کے وقت میں صدقہ خیرات دیا کرتے ہیں ورنہ بے فائدہ کام کون کرتا ہے اور تمام نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ، خیرات اور توبہ و استغفار سے ردّ بلا ہوتا ہے اور میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالیٰ میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا میرے کسی دوست کی نسبت ایک آنے والی بلا کی خبر دیتا ہے اور جب اس کے دفع کے لئے دُعا کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس بلا کو دفع کر دیا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 195-196)

- ’’تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی بدیاں ان کو معاف کر دیتا ہے کسی کو یہ دھوکا نہ لگے کہ قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ یعنی جو شخص ایک ذرّہ بھی شرارت کرے گا وہ اُس کی سزا پائے گا۔ پس یاد رہے کہ اس میں اور دُوسری آیات میں کچھ تناقض نہیں کیونکہ اس شرّ سے وہ شرّ مراد ہے جس پر انسان اصرار کرے اور اس کے ارتکاب سے باز نہ آوے اور توبہ نہ کرے۔ اسی غرض سے اِس جگہ شر کا لفظ استعمال کیا ہے نہ ذنب کا۔ تا معلوم ہو کہ اس جگہ کوئی شرارت کا فعل مراد ہے جس سے شریر آدمی باز آنا نہیں چاہتا۔ ورنہ سارا قرآن شریف اِس بارہ میں بھرا پڑا ہے کہ ندامت اور توبہ اور ترکِ اصرار اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور نیز اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے کہ جو اِس بات پر زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح گناہ سے پاک ہو جائیں۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 24)

- ’’بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو، اسے علم ہو یا نہ ہو۔ اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 577)

- ’’گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہوسکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں ان کے بدثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوہ انسان میں موجود ہیں ان کے صدور کا وقت ہی نہ آوے اور اندر ہی اندر وہ جل بھن کر راکھ ہوجاویں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 218)

- ’’استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدُّم ہے، کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادتُ اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا، تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا۔ اور پھر اس قوت کے بعد اِنسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجاوے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہوجاوے گی۔ جس کا نام تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 349)

- آپؑ استغفار کو روحانی طاقت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مُگدَروں اور مُوگرِیوں کے اُٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے۔ اِسی طرح پر روحانی مگدر استغفار ہے۔ اس کے ساتھ رُوح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں اِستِقَامَت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ استغفار کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 348)

- ’’اِنسانوں میں سے وہی معصوم کامِل ہے جو استغفار سے الٰہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کَشِش کے لئے تضرع اور خُشُوع کا ہردم سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ تا اُس پر روشنی اُترتی رہے... اور انسانِ کامِل کا استغفار اُن شَرَاءِین اور عُرُوق کی مَانند ہے جو دل کے ساتھ پیوَستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے کھینچتی ہیں۔ اور تمام اَعضاء پر تقسیم کرتی ہیں جو خون کی محتاج ہیں۔‘‘

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد 1 نمبر 5 صفحہ 190)

- ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرض کے متعلق دعا کی درخواست کی کہ میرا قرض بہت زیادہ ہے دعا کریں اُتر جائے۔ تو آپؑ نے فرمایا: ’’استغفار بہت پڑھا کرو اِنسان کے واسطے غموں سے سَبُک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے، نیز استغفار کَلیدِ ترقیات ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 442)

- ’’استغفار کے اصل معنی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معنے جو اس کے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بدنتائج جو مجھے ملنے ہیں میں ان سے محفوظ رہوں۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 303)

- ایک شخص نے عرض کی کہ حضور! میرے لئے دعا کریں کہ میرے اولاد ہو جائے، آپؑ نے فرمایا: ’’استغفار بہت کرو اس سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 444)

- ’’قوت حاصل کرنے کے واسطے استغفار ہے جس کو دوسرے لفظوں میں اِستمِدَاد اور اِستِعَانَت بھی کہتے ہیں۔ اس کیساتھ روح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ استغفار کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 348)

- پھر آپؑ فرماتے ہیں۔ ’’خواہشِ استغفار فخرِ انسان ہے۔ جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان، اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیّب۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 413)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

- ’’یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سر چشمہ ہے۔ درحقیقت اولیا,اور صلحا,یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور پھر اس پر مضبوط ہو جاتے ہیں۔ وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔ کامل توبہ کرنے والا شخص ولی، قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت میں وہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3صفحہ 146)

- ’’پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔تم خدا سے صلح کرلو وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔‘‘

(لیکچر لاہور،روحانی خزائن جلد20صفحہ174)

- حضرت غلام رسول راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ ’’قادیان مقدس میں جب میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعتِ راشدہ سے مشرّف ہوا تو حضور اقدس علیہ السلام نے ازراہِ نصیحت فرمایا کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھنا چاہئے اور مسنونہ دعاؤں کے علاوہ اپنی مادری زبان میں بھی دعا کرنی چاہئے..... اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے ہمیں کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ مجھے ایک عرصہ تک درود واستغفار کی کثرت کے متعلق خلجان رہا کہ کثرت سے نہ معلوم کتنی تعداد مراد ہے۔تب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے بحالت کشفی ملے اور میری بیعت لی اور فرمایا کہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْۢبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ مِائَۃُ مَرَّۃٍ۔یعنی سو مرتبہ استغفار پڑھو۔ اس سے مجھے معلوم ہوگیا کہ کثرت سے مراد عام حالات میں کم از کم سو مرتبہ استغفار کا وِرد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب‘‘

(حیات قدسی صفحہ63)

- ہمارے پیارے اِمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ’’استغفار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔ جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 303)

- ’’اِستغفار وہ ہتھیار ہے جس سے شیطان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور توبہ اس ہتھیار کا استعمال کرنا ہے۔یعنی اُن عملی قوتوں کا اظہار جس سے شیطان دور رہے،ہمارا نفس کبھی مغلوب نہ ہو اور اس کے لئے وہ نیکیاں اور اعمال کرنے کی مسلسل کوشش ضروری ہے جن کے کرنے کا ہمیں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے ورنہ استغفار نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا،بخشش کا حصول ممکن نہیں۔ ایک روزہ دار نمازیں بھی پڑھ رہا ہے، نوافل بھی ادا کر رہا ہے،قرآنِ کریم کی تلاوت بھی کر رہا ہے،اگر ممکن ہو اور وقت ہو تو درس بھی سن لیتا ہے۔ لیکن اگر اُن احکامات پر عمل نہیں کر رہا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائیوں کے حقوق کے بارے میں قرآنِ کریم میں بیان فرمائے ہیں تو یہ حقیقی توبہ و استغفار نہیں ہے۔ روزوں سے حقیقی فیض پانے کی کوشش نہیں ہے۔حقیقی فائدہ تبھی ہو گا جب استغفار سے جو قوت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اُس کا اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتے ہوئے استعمال نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو ڈھانکنے کی جو قوت عطا کی ہے، جن گناہوں کو دور کرنے کی توفیق بخشی ہے،استغفار کرتے ہوئے اپنے دل کو ایک انسان نے گناہوں سے جو خالی کیا ہے تو فوری طور پر اُنہیں نیکیوں سے بھرنے کی کوشش کی جائے،اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی جائیں ورنہ اگر دل کا برتن نیکیوں سے خالی رہا تو شیطان پھر اسے اُنہیں غلاظتوں سے دوبارہ بھر دے گا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (التحریم: 9)اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ پس وہی استغفار دائمی بخشش کا سامان کرتا ہے جس کے ساتھ خالص توبہ ہو، جس کو پھر انسان نیکیوں سے بھرتا چلا جائے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمیشہ خیال رکھے،ایک مسلسل کوشش کرے... پس پہلے ذہنوں کو پاک رکھنے کے لئے استغفار کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ پھر چھوٹی سے چھوٹی بُرائی پر بھی احساسِ ندامت اور شرمندگی ہو۔ اور پھر مضبوط قوتِ ارادی چاہئے کہ چاہے جو بھی حالات ہوں، جو بھی لالچ ملے بُرائیوں کے قریب نہیں جانا اور اپنے ہر فعل اور عمل کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنے کی کوشش کرنی ہے... پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو حقیقی استغفار کرنے والے اور خالص توبہ کرنے والے ہیں... یہ بندے کا کام ہے کہ استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کس طرح اس کی طرف بڑھتا ہے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد6صفحہ 385-387)

## ایک سبق آموزبات

### بڑی پتے کی بات

ناصر سعید صاحب مرحوم نے حفاظت خاص کے ایک کارکن کو ایک ہدایت دی۔جس کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’انہوں نے کہا کہ یہاں اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنا اور زبان بند رکھنا اور اس کے ساتھ دعا کرتے رہنا۔ یہ نصیحت جو ہے اس پر عمل کرنا عمومی طور پر ہر واقفِ زندگی کے لیے ضروری ہے، بلکہ ہر کارکن اور جماعتی خدمت گزار کے لیے ضروری ہے، ہر عہدیدار کے لیے ضروری ہے۔ یہ بڑی پتے کی بات ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 4 مئی 2020ء)

مرسلہ: ذیشان محمود۔ سیرالیون

| 13/اکتوبر 2022ء | | طلوع فجر | غروب آفتاب |
|---|---|---|---|
| مکہ مکرمہ | | 04:59 | 17:58 |
| مدینہ منورہ | 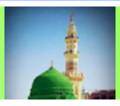 | 05:01 | 17:57 |
| قادیان | | 05:09 | 17:59 |
| ربوہ | | 04:49 | 17:39 |
| اسلام آباد ٹلفورڈ | | 05:53 | 18:15 |

## فقہی کارنر

### سفر کی تعریف

ایک شخص کا تحریری سوال (حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں) پیش ہوا کہ مجھے دس پندرہ کوس تک اِدھر اُدھر جانا پڑتا ہے۔ مَیں کس کو سفر سمجھوں اور نمازوں میں قصر کے متعلق کس بات پر عمل کروں۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اُپر نہ ڈالے۔عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں، خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو۔ اس میں قصر وسفر کے مسائل پر عمل کرے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ بعض دفعہ دو تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں، مگر کسی کے دل میں خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گھٹڑی اُٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑے تو مسافر ہوتا ہے۔شریعت کی بنا دقت پر نہیں ہے۔ جس کو تم عرف میں سفر سمجھو، وہی سفر ہے۔

(الحکم 17 فروری 1901ء صفحہ 13)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)